

Pakistanipoint.com

سلسلہ کلاسیکی ادب

دنیا کے گروائی وین میں



جوزف وین

1959 کی اشاعت

Pakistanipoint.com

پاکستان پوائنٹ



سلسلہ کلاسیکی ادب

دنیا کے گروائی دن میں



جولز ورن

1959 کی اشاعت



نیشنل لائبریری

ادبیات

دُنیا کے گھر

اُسی دن میں

جولزورن

اس کتاب کو آپ تک پہنچانے کا تمام تر
سہرا میرے محترم دوست عزیزم جناب

صاحب
راشد اشرف



کے سر جاتا ہے، جنہوں نے ان تھک محنت سے
اس کی سکینگ کی اور قارئین ذوق تک پہنچایا۔
اس لیے میری گزارش ہے کہ اُن کے لیے بھی
اپنی دُعاؤں میں دل و جان سے جگہ نکالے گا۔

قیمت

فایر لسٹ لمیٹڈ

لاہور کراچی پشاور

فہرست مضامین

صفحہ	
۲	دیباچہ
۷	ملازم کی برطرفی
۱۳	بیس ہزار پاؤنڈ کی شرط
۲۷	پیس ایجنٹ کی غیر معمولی سرگرمی
۳۵	سیر کا افسوس ناک انجام
۴۸	ہفتی کی سواری
۵۸	بد قسمت عورت
۶۸	مردہ زندہ ہو گیا
۸۲	عدالت کا فیصلہ
۹۳	المیسانہ حرکت
۱۱۳	خطرناک سفر
۱۳۰	جاپانی سرکس
۱۴۴	سراغ رسان پر گھونسوں اور گلوں کی بارش
۱۵۷	ٹرین بریڈ انڈین دھبوں کا حملہ
۱۶۸	برفانی گاڑی کا سفر
۱۷۶	فداس ناگ کی گرفتاری
۱۸۳	سراغ رسان کی ناکامی
۱۹۲	جہاں نور و سیاح بازی جیت گیا
	پہلا باب
	دوسرا باب
	تیسرا باب
	چوتھا باب
	پانچواں باب
	چھٹا باب
	ساتواں باب
	آٹھواں باب
	نواں باب
	دسواں باب
	گیارہواں باب
	بارہواں باب
	تیرہواں باب
	چودھواں باب
	پندرہواں باب
	سولہواں باب
	سترہواں باب

بار اول ————— ۱۹۵۹ء

تعداد اشاعت ————— ۲۰۰

طابع و ناشر ————— عبد الحمید خان

مطبوعہ ————— فیروز پرنٹنگ و کسٹلر



مشہور فرانسیسی مصنف جولز ورن کی یہ کتاب انگریزی زبان میں ۱۸۷۳ء
کو شائع ہوئی تھی۔ فیروز پرنٹنگ نے اس کا ترجمہ میسرز میکملن اینڈ کمپنی
کی اجازت سے شائع کیا ہے۔

دیباچہ

اس دلچسپ اور سبق آموز کہانی کا لکھنے والا جولز ورن Jules Verne ایک مشہور فرانسیسی مصنف ہے جو ۱۸۲۸ء میں مقام نانٹز Nantes پیدا ہوا اور اپنی عمر کی ۷۷ مندریں طے کرنے کے بعد امیئرز Amiens میں اس دنیا سے ہمیشہ کے لیے رخصت ہو گیا۔ بائیس برس کی عمر میں اس نے تھیٹر کے لیے افسانے لکھنے شروع کیے لیکن چند سال کے بعد اس نے ایسی کہانیوں کا سلسلہ شروع کیا جن میں ان کے کرداروں کے سفر کی دولت انگیزہ سرگزشت ایک امتیازی حیثیت کی حامل ہے۔ امتیازی حیثیت اس لحاظ سے کہ اس نے جغرافیائی حالات میں دور حاضر کی سائنس اور ایجادات کو موزوں طور پر کرکڑی ذہنی قابلیت کا ایسا ثبوت دیا ہے کہ فرانس کے علمی اور ادبی حلقوں میں اس کا نام وقت اور عزت سے لیا جاتا تھا۔ اور اسی بنا پر اسے قابل رشک شہرت حاصل ہوئی۔

اس کہانی میں جس کا نام مونیہ کے گرد اسی دژوں میں ہے اور جو ۱۸۸۵ء میں شائع ہوئی مصنف سے بعض ایسی غلطیاں سرزد ہوئی ہیں جو علمی پہلو سے قابل گرفت ہیں اور اس لحاظ سے نظر انداز نہیں کی جاسکتیں۔ یہ غلطیاں زیادہ تر سفر کے اس حصے سے متعلق ہیں جو ہندوستان میں کیا گیا۔ مثلاً جب فلیس فاگ کا فرانسیسی نوکر بیٹی پہنچا تو اس کے پاس شہر میں گھومنے کے لیے قریباً دو گھنٹے کا وقت تھا۔ لیکن وقت کی اس قلت کے باوجود وہ مالا بارہل کے ایک مشہور مندر میں پہنچا جو شہر سے قریباً پانچ میل کے فاصلے پر ہے۔ کتاب کے مصنف جولز ورن کے نزدیک یہ مندر یا رسیوں کا ہے حالانکہ یہ ہندوؤں کا مندر ہے جس کے اندر وہ بغیر اجازت کے گجراتوں سمیت داخل ہو گیا۔ مندر کی یہ بے حرمتی دیکھ کر اس کے ہجاریوں نے فلیس فاگ کے فرانسیسی نوکر کو بے تحاشا مارنا شروع کر دیا۔ مصنف کے خیال میں مندر کے ہندو ہجاری ایک غیر ہندو شخص پر حملہ نہیں کر سکتے تھے کیونکہ اس اقدام سے ان کا اپنا جسم تباہ ہو جاتا۔

کہانی میں بتایا گیا ہے کہ بیٹی سے الہ آباد کا جو سفر اکتوبر ۱۸۷۲ء میں کیا گیا اس میں ریلوے لائن بقدر پچاس میل زیر تعمیر تھی اور اس لحاظ سے نامکمل تھی حالانکہ مبینہ زیر تعمیر حصے میں گاڑیوں کی آمد و رفت کا سلسلہ برابر جاری تھا۔

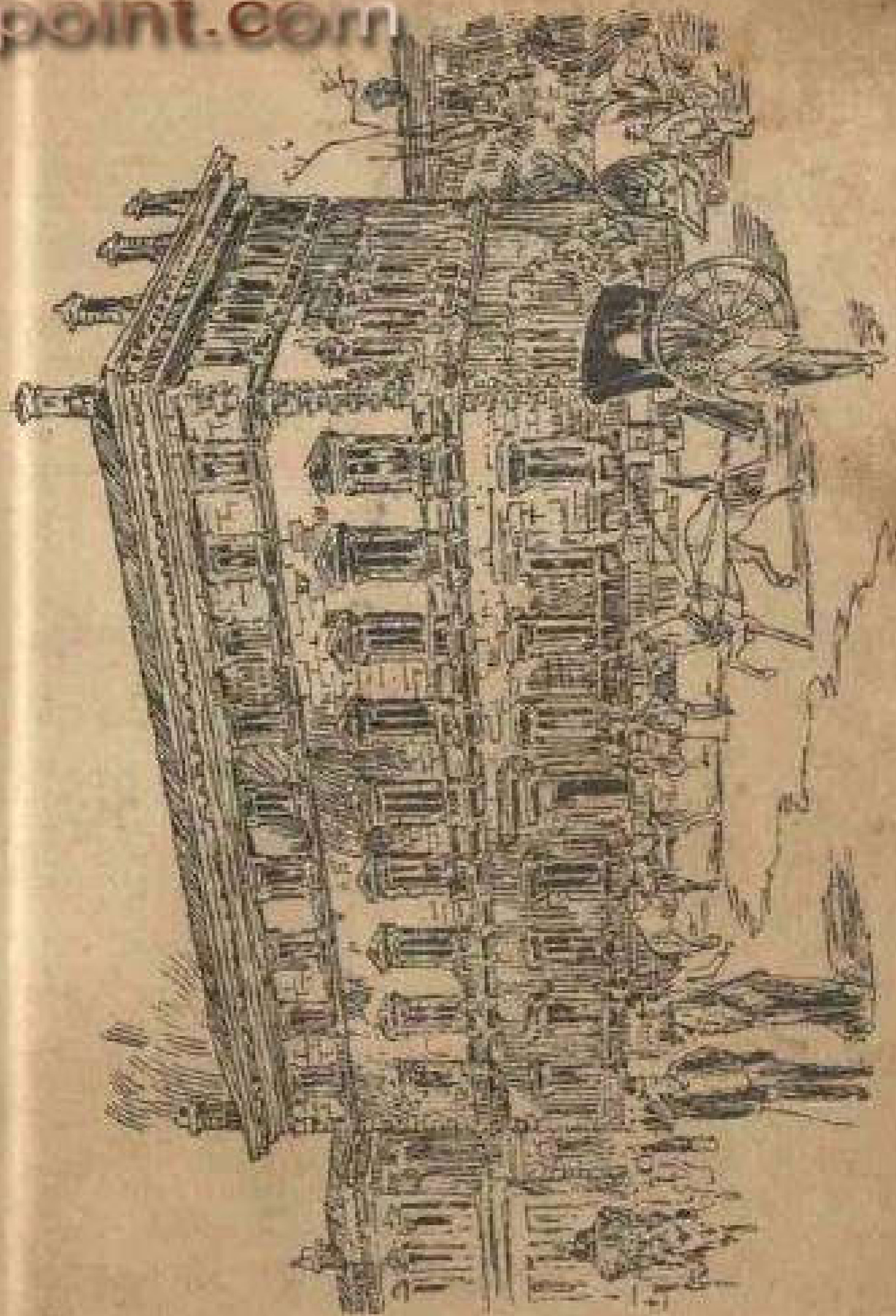
ستی کے واقعہ کے متعلق مصنف نے یہ رائے ظاہر کی ہے کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک ہندو راجہ پارسی عورت سے شادی کرے۔ اس کے علاوہ یہ بت بھی قابل ذکر ہے کہ ۱۸۲۹ء میں انگریزی قانون کے مطابق ستی کی رسم ختم ہو کر دی گئی۔ اس وقت سے انگریزی علاقے اور ہندوستانی ریاستوں کے اندر ستی کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا۔ کیونکہ انگریزی قانون کی رو سے ستی کی رسم کا بجالانا ایک ایسا جرم تھا جس کی پاداش میں قانون کی خلاف ورزی کرنے والے سزا کے مستوجب سمجھے جاتے تھے۔ مصنف کا بیان ہے کہ ۱۸۷۶ء میں الہند ستی کا ایک واقعہ علانیہ طور پر ظہور میں آیا جسے آخری واقعہ قرار دیا جاتا ہے۔ ۱۸۹۰ء میں ستی کے ایک واقعہ کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں ایک عورت نے رمانندی سے اپنے شوہر کی لاش کے ساتھ جتا میں بیٹھ کر اپنی جان دے دی۔

اس امر کا اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ مذکورہ بالا غلطیوں کے باوجود کہانی کی دلچسپی میں فدا فرق نہیں آیا۔ مقصود اس کہانی کے لکھنے سے یہ ہے کہ جو شخص عادات و اطوار، سیرت و کردار اور غیر متزلزل عزم کے اعلیٰ اوصاف کا حامل ہو اور جس کی زندگی کی مصروفیتیں وقت کی قدر و قیمت پر مبنی ہوں وہ دنیا میں کبھی ناکام نہیں رہ سکتا۔ انسان کی عظمت اور حقیقی راحت و مسرت کا انحصار اسی کی قوت عمل پر ہے۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ قوت عمل صرف اسی صورت میں مفلح ہو سکتی ہے کہ زندگی کے ہر شعبے میں اس کا علم و عمل انسانیت کے اعلیٰ ترین معیار کے مطابق ہو۔

پہلا باب

ملازم کی برطرفی

۱۸۴۲ء میں سیول رو SOVILE ROW برمنگٹن
 گلڈز BURLINGTON GARDENS کے مکان نمبر ۷ میں
 جہاں ۱۸۱۶ء میں سب سے بڑے ڈراما نویس رچرڈ
 ریلے شیرڈن RICHARD BRINSLEY SHARIDAN
 کا انتقال ہوا تھا ایک شخص فلیس فگ PHILEAS
 FOGG رہتا تھا۔ یہ تھا تو لندن LONDON کی
 ریفارم کلب REFORM CLUB کا ممبر لیکن نہایت
 متلون مزاج۔ اگرچہ عادات و اطوار اور سیرت و کردار
 کے اعتبار سے وہ صحیح معنوں میں ایک انکس میں
 تھا لیکن لندن کا مستقل باشندہ نہیں تھا۔ اس کے
 باوجود اسے کئی سال سے لندن سے باہر جانے کا
 اتفاق نہیں ہوا تھا۔ انگریزی روزناموں کے پڑھنے
 اور کلب پر تماش کھیلنے کے سوا اس کا اور کوئی



درجے فارن ہیٹ FAHRENHEIT گرم تھا۔ مسٹر فاگ اس وقت اس نوکر کا انتظار کر رہا تھا جو جیمز کی جگہ کام کرنے کے لیے مقرر کیا گیا تھا۔

جب گھڑی نے ساڑھے گیارہ بجائے تو مسٹر فاگ اپنے روزمرہ کے معمول کے مطابق اپنے کمرے میں ریفرم کلب جانے کے لیے تیار بیٹھا ہی تھا کہ جیمز فاسٹر برطرف شدہ ملازم نے دروازہ کھٹکھٹانے کے بعد فلیس فاگ کو اطلاع دی: "جناب! نیا نوکر حاضر ہے" نیا نوکر جس کی عمر قریباً تیس سال تھی، کمرے میں داخل ہوا اور ٹھیک کر تعظیم بجا لایا۔

مسٹر فاگ نے نئے نوکر سے دریافت کیا: کیا تم فرانسیسی ہو اور تمہارا نام جان JOHN ہے؟

نئے نوکر نے جواب دیا: "جین پاسے پار ٹوٹ"

JEAN PASSEPARTOUT جناب والا!

مسٹر فاگ نے نئے نوکر سے کہا: یہ بات میری فطرت میں داخل ہے کہ میں جب چاہوں اور جہاں چاہوں چلا جایا کرتا ہوں اور اپنی مشکلات پر غالب آنے کی فطری صلاحیت رکھتا ہوں۔ تم میرے مطلب کے آدمی ہو۔ سفارش کرنے والے نے تمہاری نسبت اچھی رائے

مشغلہ نہ تھا۔ سیول رو کے مکان میں تنہا رہتا۔ کوئی شخص اس سے ملنے نہ آتا۔ اس کا صرف ایک نوکر تھا جو اس کی خدمت کے فرائض بجا لاتا۔ سیول رو کے مکان میں ساز و سامان اور آرائش کی قیمتی چیزیں تو نظر نہ آتی تھیں مگر رہائش کے اعتبار سے بڑا آرام وہ تھا۔ مسٹر فاگ کے عادات و اطوار میں باقاعدگی نمایاں طور پر پائی جاتی تھی۔ اس لیے نوکر کو اپنے فرائض کی بجا آوری میں بڑی آسانی محسوس ہوتی تھی لیکن اسی کے ساتھ آقا اپنے نوکر سے اس امر کی توقع رکھتا تھا کہ ہر کام باقاعدگی سے اور وقت پر کیا جائے اور اس کے حکم کی تعمیل پر خاص توجہ کی جائے۔ کیونکہ فاگ خود وقت اور قاعدے کے مطابق کام کرنے کا سخت پابند تھا۔

۲۱ اکتوبر ۱۸۷۲ء کو کہ اسی تاریخ سے ہمارے قصے کا آغاز ہوتا ہے فلیس فاگ نے اپنے نوکر جیمز فارسٹر JAMES FORSTER کو اس بنا پر ملازمت سے برطرف کرنے کا نوٹس دے دیا کہ نوکر اپنے آقا کی حجامت کے لیے جو پانی لایا وہ بجائے چھپاسی کے چوراسی

کا اظہار کیا ہے۔ کیا تمہیں ان شرائط کا علم ہو گیا ہے
جن کے تحت تمہیں میرے کام کرنے پڑیں گے؟
”جی ہاں جناب!“

”بہت اچھا! تو سمجھ لو کہ آج بُدھ کے روز اس وقت
سے کہ ساڑھے گیارہ بجے کا عمل ہے اور ۱۲ اکتوبر کی
تاریخ ہے تم میرے نوکر ہو۔“

یہ کہہ کر فلیس فاگ اپنی کرسی سے اٹھا۔ ٹوپی
بائیں ہاتھ میں لی اور سر پر رکھ کر مزید کچھ کہے بغیر
اپنے کمرے سے باہر نکل گیا۔

پاسے پار ٹوٹ نے گلی کا دروازہ بند ہوتے سنا۔
یہ اس کا نیا آقا تھا جو باہر چلا گیا تھا۔ چند منٹوں
کے بعد اُس نے دوسری مرتبہ دروازہ بند ہوتے سنا۔
یہ اس کا پیش رو جیمز فاسٹر تھا جو اس گھر سے روانہ
ہو رہا تھا۔

نیا نوکر سیول رو کے مکان میں اب تنہا رہ گیا۔
اس نے سارے مکان کا جائزہ لینا شروع کر دیا۔
اسے اس کمرے کے تلاش کرنے میں کوئی دقت پیش
نہ آئی جو اس کے لیے مخصوص تھا۔ اس کا کمرہ
دوسری منزل میں تھا اور وہ اسے اپنے لیے نہایت

موزوں سمجھتا تھا۔ برقی گھنٹیوں اور ایک ٹیوب کے ذریعہ
سے وہ نچلے کمروں کے ساتھ بات چیت کا سلسلہ
قائم رکھ سکتا تھا۔ نوکر کے کمرے میں آتش دان کی
کارنس پر جس قسم کا برقی کلاک موجود تھا، اسی طرح کا
ایک برقی کلاک مسٹر فاگ کی خوابگاہ میں بھی تھا تاکہ
دونوں گھڑیوں کا وقت یکساں رہے اور ان میں ایک
منٹ کا فرق بھی نہ پایا جائے۔

نوکر کے کمرے میں جو گھڑی تھی اس کے نیچے اس
نے ایک کارڈ دیکھا جس میں اس کے روز مرہ کے
فرائض کا پروگرام درج تھا۔ صبح کے آٹھ بجے سے
جو مسٹر فاگ کے بستر سے اٹھنے کا وقت تھا گیارہ
بجے تک جب وہ گھر سے ریفرم کلب جایا کرتا
تھا ان تمام کاموں کی تفصیل لکھی ہوئی تھی جن
پر نوکر کو کاربند ہونا پابھیے۔ مثلاً چائے اور ٹوسٹ
آٹھ بج کر تیس منٹ، ”شیو“ (حجامت) کا پانی نو بج
کر سیتیس منٹ، لباس پہننے اور بال درست کرنے
کے موقع پر نوکر کی موجودگی نو بج کر چالیس
منٹ وغیرہ وغیرہ۔ غرض صبح کے گیارہ بجے سے
لے کر آدھی رات تک جب یہ وقت کی پابندی

دوسرا باب

بیس ہزار پونڈ کی شرط

سے کام کرنے والا جنٹلمن میں اپنے بستر پر دراز ہوتا تھا۔ کارڈ پر تمام کام اس غرض سے درج کر دیئے جاتے تھے کہ ان کے متعلقہ اوقات اور انتظام میں ذرا فرق نہ آئے۔

فلپس فاگ اپنے مکان واقع سیول رو سے ساڑھے گیارہ بجے روانہ ہوا تھا۔ ریفارم کلب واقع پال مال Pall Mall اس وقت پہنچا جب اس کا دایاں پاؤں اپنے بائیں پاؤں سے پہلے پانچ سو پچھتر مرتبے اور اس کا بایاں پاؤں وائیں پاؤں سے پہلے پانچ سو چھتر مرتبے زمین ناپ چکا تھا۔ وہ فوراً کھانے کے کمرے کی طرف گیا اور حسب معمول اس جگہ بیٹھ گیا جہاں میز پر اس کا ناشتہ موجود تھا۔ بارہ بج کر سینتالیس منٹ پر وہ میز سے اٹھا اور ڈرائنگ روم میں پہنچا جہاں ایک نوکر نے اخبار ٹائمز Times کی ایک کاپی اس کے حوالے کی۔ مسٹر فاگ پونے چار بجے تک اخبار پڑھتا رہا اور پھر ڈز کے وقت تک وہ اخبار سینڈرڈ Standard کے مطالعہ میں مصروف ہو گیا۔ کھانا بھی اس نے صبح کے ناشتے کی طرح تنہا کھایا۔ چھ بجنے میں بیس منٹ باقی

تھے کہ وہ پھر ڈرائنگ روم میں چلا گیا اور اخبار مارنگ کرانیکل MORNING CHRONICLE کے مطالعہ میں مصروف ہو گیا۔

آدھ گھنٹے کے بعد ریفارم کلب کے کئی ممبر آگئے اور آتشدان کے قریب جمع ہو گئے۔ یہ تمام اصحاب حسب معمول فلیس فاک کے ساتھ تاش کھیل کرتے تھے لیکن تھے سب پکے اور تجربہ کار کھلاڑی۔

ان کھلاڑیوں میں اینڈریو سٹوارٹ ANDREW STUART انجینیر، جان سیلوان JOHN SULLIVAN اور سیمول فالنٹن SAMUEL FALLENٹن

بنکر، تھامس فلیناگن THOMAS FLANAGAN مالک کارخانہ

شراب اور والٹر رالف WALTER RALPH ڈائریکٹر

بنک آف انگلینڈ BANK OF ENGLAND جیسے متمول

اور بارسوخ اصحاب شامل تھے۔ دولت اور شخصیت کے

اعتبار سے یہ لوگ انگلستان کے تجارتی اور مالی حلقوں

میں خاص وقعت اور عزت کی نظر سے دیکھے جاتے

تھے۔

واقعات حاضرہ کے متعلق گفتگو ہو رہی تھی کہ تاسر

فلیناگن نے سٹر والٹر رالف کی طرف مخاطب ہو کر پوچھا

”منا دوست! اس چوری کا بھی کچھ سراغ ملا؟“

سٹوارٹ نے جو پاس ہی بیٹھا ہوا تھا یہ راتے ظاہر کی: بینک کو یہ نقصان برداشت کرنا ہی پڑے گا۔ والٹر رالف نے کہا: امید تو ہے کہ بینک اس نقصان سے محفوظ رہے گا۔ مجھے یقین ہے کہ ہم چور کو پکڑنے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ ماہر سراغ رساں امریکہ اور یورپ کے تمام بڑے بڑے بندرگاہوں کی طرف بھیج دیئے گئے ہیں۔ چور کا ان سراغ رسانوں کی حقیقی نظر سے بچ رہنا آسان کام نہیں ہے۔

”لیکن کیا چور کا حلیہ اور اس کی ظاہری حالت کا بھی تمہیں کچھ علم ہے؟“ سٹوارٹ نے پوچھا۔

”یقیناً نہیں سب کچھ معلوم ہے لیکن وہ چور تو ہے ہی نہیں؟“ رالف نے جواب دیا۔

”میں تمہاری بات کا مطلب نہیں سمجھا۔ جو شخص بینک

سے پچپن ہزار پاؤنڈ کے نوٹ لے اڑے وہ چور نہیں

تو اور کیا ہے۔ کم از کم میں تو اسے چور ہی سمجھتا

ہوں؟“ سٹوارٹ نے کہا۔

”میں اسے چور نہیں سمجھتا؟“ رالف نے جواب دیا۔

”میرا خیال ہے کہ وہ ایک تجارتی آدمی ہے“

سیلوان نے کہا۔

کا پانچ فی صد بھی دیا جائے گا۔ اس دوران میں کئی بندگاہوں کے انسپکٹروں کو ہدایت کی گئی کہ وہ آنے والے اور جانے والے مسافروں پر کڑی نگرانی رکھیں۔ پوری کے اس واقعہ نے ایسی سنسنی پیدا کر دی تھی کہ ہر جگہ چور کے پکڑے جانے کے امکانات پر بحث کی جاتی تھی۔ لندن کی ریفارم کلب کو اس واقعہ سے خاص دلچسپی تھی۔ کیونکہ اس کے کئی ممبر بینک کے حامدینار تھے۔

”میری تو یہی رائے ہے کہ قسمت چور کا ساتھ دے رہی ہے اور اس کے گرفتار ہونے کے امکانات روشن نہیں۔ چور بڑا ہوشیار آدمی معلوم ہوتا ہے۔“ سٹوارٹ نے کہا۔

”کیا لغو بات کہہ رہے ہو۔ دنیا میں ایک بھی ایسا ملک نہیں جہاں وہ چھپ کر پناہ لے سکے۔“ رالف نے جواب دیا۔

”کچھ ہو پھر بھی دنیا اس قدر وسیع ہے کہ اس میں چھپنے کی بڑی گنجائش ہے۔“ سٹوارٹ نے کہا۔

”دنیا کسی زمانے میں بہت بڑی تھی۔“ مسٹر فاگ نے دھیمی آواز میں یہ رائے ظاہر کی۔

”لیکن اس واقعہ کے سلسلے میں ”مارننگ پوسٹ“ میں اس امر کا یقین دلاتا ہے کہ پچپن ہزار پاؤنڈ کے نوٹ چرانے والا ایک جنرل بین ہے۔“

جس شخص نے یہ بات کہی وہ فلیاس فاگ تھا،

جس کا سر مارننگ پوسٹ MORNING POST سے جس کی طرف اس کی نظریں جمی ہوئی تھیں اوپر نظر آ رہا تھا۔ مسٹر فاگ اپنی کرسی سے اٹھا اور دوستوں کو سلام کرنے کے بعد ان کی گفتگو میں شریک ہو گیا۔ گفتگو اسی چوری کے واقعہ سے متعلق تھی جو تین دن پہلے ۲۹ ستمبر کو ہوئی۔ واقعہ صرف اس قدر ہے کہ کسی شخص نے پچپن ہزار پاؤنڈ کے نوٹوں کا ایک پلندہ بینک آف انگلینڈ کے چیف کیشیر کے کاؤنٹر سے چرا لیا۔ جوئی چوری کی کیفیت معلوم ہوئی، ہشیار اور تجربہ کار سُرغ رساں لورپول LIVERPOOL گلاسگو،

GLASGOW اور HAVRE سویز SUEZ برٹری ندی ndisi نیویارک NEW YORK اور دوسرے بڑے بڑے بندرگاہ کی طرف بھیج دیئے گئے اور ان سے وعدہ کیا گیا کہ وہ اس چوری کا سُرغ لگانے میں کامیاب ہو گئے تو انھیں دو ہزار پاؤنڈ انعام کے علاوہ وصول شدہ

”کبھی زمانے سے تھاری کیا مراد ہے، کیا دُنیا پہلے کی بہ نسبت چھوٹی ہو گئی ہے؟ سٹوارٹ نے فاگ سے پوچھا۔

رائف نے جواب دیا: ”دُنیا یقیناً پہلے سے زیادہ چھوٹی ہو گئی ہے۔ مجھے مسٹر فاگ سے پورا اتفاق ہے دُنیا واقعی چھوٹی ہو گئی ہے۔ کیونکہ اب دُنیا کے گرد چکر لگانے کے لیے اس وقت کے دسویں حصے سے بھی کم وقت صرف ہوتا ہے جو ایک صدی پہلے ضروری سمجھا جاتا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ چوری کے اس واقعہ میں چور کی تلاش کے لیے کامیابی کا زیادہ امکان ہے لیکن اسی کے ساتھ اس امر کا بھی امکان ہے کہ اسے قانون کی گرفت سے بچنے کی زیادہ سہولت حاصل ہوگی۔

”مسٹر رائف! تم نے یہ ثابت کرنے کے لیے کہ دُنیا پہلے سے زیادہ چھوٹی ہو گئی ہے، ایک عجیب بات کہی ہے۔ اس حساب سے تم تین مہینوں میں دُنیا کے گرد چکر لگا سکتے ہو؟ سٹوارٹ نے کہا۔

”تین مہینے نہیں بلکہ اسی دنوں میں: فلیس فاگ نے بات کاٹتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا۔

جان سلورن نے بھی مسٹر فاگ کی تائید کرتے ہوئے کہا: ”ہاں حضرات! میں بھی کہتا ہوں اسی دنوں میں، کیونکہ اب جی۔آئی۔پی ریلوے پر بمبئی سے الہ آباد کا راستہ کھل گیا ہے اور مارننگ پوسٹ نے اسی دنوں کے اس سفر کا حساب بھی لگا دیا ہے۔“

لندن سے سویز تک (کوہ سینس اور برنڈزی کے راستے) بذریعہ ریل و سٹیمر ۷ دن

سویز سے بمبئی تک بذریعہ سٹیمر ۱۳ دن

بمبئی سے کلکتہ تک ” ۳ دن

کلکتہ سے ہانگ کانگ تک ” ۱۳ دن

ہانگ کانگ سے یوکو ہامہ تک ” ۶ دن

یوکو ہامہ سے سان فرانسسکو تک ” ۲۲ دن

سان فرانسسکو سے نیویارک تک بذریعہ ریل ۷ دن

نیویارک سے لندن تک بذریعہ سٹیمر و ریل ۹ دن

میزان ۸۰ دن

سٹوارٹ نے ذرا بلند آواز سے کہا: ”اسی دنوں میں سفر کی یہ تفصیل معلوم تو ٹھیک ہوتی ہے۔ لیکن اس حساب میں موسم کی خرابی، ناموافق ہواؤں، جہاز کی تباہی، ریلوے کے حادثات اور اسی قسم کی غیر متوقعہ

رکاؤٹوں کا کوئی ذکر نہیں کیا گیا۔

”سفر کے اس حساب میں یہ تمام حادثات محسوب کر لیے گئے ہیں“ فیاس فاگ نے جواب دیا۔

”مستر فاگ! نظریاتی طور پر تمہارا حساب ٹھیک ہے لیکن عملی پہلو سے ... سٹوارٹ نے کہا۔

”مستر سٹوارٹ عملی پہلو سے بھی یہ حساب ٹھیک ہے۔“ مسٹر فاگ نے جواب دیا۔

”میں تو جب جانوں جب تم خود یہ سفر اختیار کرو اور اپنی بات کو سچا کر دکھاؤ۔“ سٹوارٹ نے کہا۔

”میرے سفر کا انحصار تمہاری ذات پر ہے۔ کیوں نہ ہم دونوں روانہ ہوں؟“ مسٹر فاگ نے جواب دیا۔

”میں تو نہیں جا سکتا۔ لیکن میں چار ہزار پاؤنڈ کی شرط لگانے میں کوئی مضائقہ نہیں سمجھتا کہ ایسا سفر ان حالات میں ناممکن ہے۔“ سٹوارٹ نے پُر زور

لہجے میں کہا۔

”اس کے برعکس یہ سفر بالکل ممکن ہے۔“ مسٹر فاگ نے جواب دیا۔

”تو پھر شروع کر دو۔“ سٹوارٹ نے کہا۔

”دنیا کا سفر اسی دنوں میں؟“ فاگ نے کہا۔

”ہاں۔“ سٹوارٹ نے جواب دیا۔

”میرے لیے اس سے اچھی بات اور کیا ہو سکتی ہے؟“ فاگ نے کہا۔

”تو پھر اس سفر پر کب روانہ ہو گے؟“ سٹوارٹ نے دریافت کیا۔

”میں فوراً روانہ ہونے کے لیے تیار ہوں مگر میں تمہیں اس بات سے آگاہ کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس سفر کے اخراجات کا بار تمہارے سر ہوگا۔“ فاگ نے جواب دیا۔

”میں نے بیس ہزار پاؤنڈ کی رقم بیرون بینک میں جمع کرا دی ہے۔ میں خوشی کے ساتھ اس رقم کا نقصان برداشت کرنے کے لیے تیار ہوں۔“ سٹوارٹ نے جواب دیا۔

جان سلیمان نے ذرا چرجوش لہجے میں کہا: ”بیس ہزار پاؤنڈ! یہ معمولی رقم نہیں ہے۔ ایک خفیف ترین حادثے سے جس کا وہم و گمان تک نہ ہو تمہاری رقم ڈوب سکتی ہے۔ لیکن اسی دنوں کی اس مدت کا کم سے کم وقت کے حساب سے اندازہ لگایا گیا ہے۔“

فاگ نے اس کا یہ جواب دیا کہ ”اگر کم سے کم

وقت سے ٹھیک کام لیا جائے تو یہ بالکل کافی ہے۔
”مگر میں تو اس شرط کو ایک مذاق سے زیادہ
وقت نہیں دیتا۔“ سلیوان نے کہا۔

فاگ نے جواب دیا: ”ایک سچا اور اپنی بات پر
قائم رہنے والا انگریز جب اپنی جان جوکھوں میں ڈالتا
ہے تو وہ کبھی مذاق نہیں کرتا۔ میں کسی شخص سے بھی
بیس ہزار پاؤنڈ کی یہ شرط لگانے کے لیے تیار ہوں
کہ میں اسی دنوں کی مدت یا اس سے کم عرصہ میں دُنیا
کے گرد چکر لگانے کے لیے تیار ہوں۔ کیا تم اس
شرط کو منظور کرتے ہو؟“

اس پر سٹوارٹ، فائنٹن، سلیوان، فیلٹاگان اور رالف
نے ایک دوسرے سے مشورہ کرنے کے بعد جواب دیا۔
”ہمیں تمہاری یہ شرط منظور ہے۔“

”بہت اچھا ٹرین ڈور کو ۸ بج کر ۴۵ منٹ پر
روانہ ہوتی ہے۔ میں اسی ٹرین سے روانہ ہو جاؤں گا۔“
مٹر فاگ نے جواب دیا۔

”اسی شام کو؟“ سٹوارٹ نے فاگ سے دریافت کیا۔
”ہاں اسی شام کو؟“ فاگ نے جواب دیا۔ اس کے
بعد اس نے اپنی جیبی جتنزی کو دیکھ کر کہا: ”چونکہ آج

۲۲ اکتوبر کی تاریخ اور بُدھ کا روز ہے اس لیے میں
۲۱ دسمبر ہفتے کے روز شام کے پونے نو بجے لندن
کے اسی کمرے میں موجود ہوں گا۔ لیکن اگر میں اس
وقت پر حاضر نہ ہو سکا تو حضرات! میں ہزار پاؤنڈ
کی جو رقم بیرنگ بنک میں میرے حساب میں جمع
کرا دی گئی ہے اس کے حقدار آپ ہوں گے۔ یہ
لیجیے اس رقم کا چیک۔

جب گھڑی نے سات بجائے تو پچیس منٹ گزرنے
کے بعد فلیس فاگ اپنے دوستوں سے رخصت ہوا۔
دس منٹ میں وہ گھر پہنچ گیا۔

فاگ کے نوکر پاسے پارٹوٹ کو جو اپنے فرائض
کے پروگرام پر غور کر رہا تھا۔ قدرتا یہ دیکھ کر تعجب
ہوا کہ اس کا آقا معمول کے خلاف جلدی گھر واپس
آگیا ہے۔

فاگ بیدھا اپنے سونے کے کمرے میں گیا اور
نوکر کو بلا دیا۔ اس نے پاسے پارٹوٹ سے کہا: ”میں
دس منٹ کے اندر اپنے مکان سے ڈور اور کیلے
روانہ ہو جائیں گے۔ ہم دُنیا کے گرد سفر کرنے
والے ہیں۔“

مسٹر فاگ بالکل تیار تھا۔ اس نے نوکر سے تھیلہ
لیا جس میں اس نے بریڈ شا BRADSHAW کی
کانٹی نینٹل ریلوے گائیڈ CONTINENTAL RAILWAY
GUIDE رکھ دی اور ساتھ ہی بینک کے نوٹوں کا
ایک بڑا پلندہ بھی رکھ لیا۔

”مجھے اُمید ہے تم نے تمام ضروری چیزیں تھیلے
میں رکھ لی ہوں گی اور کوئی چیز رہ نہیں گئی
ہو گی؟“ فاگ نے نوکر سے دریافت کیا۔
”کوئی چیز رہ نہیں گئی جناب! نوکر نے جواب دیا۔
”بس ٹھیک ہے۔ تھیلہ لے لو اور ہوشیار رہو۔
اس تھیلے میں بیس ہزار پاؤنڈ کے نوٹ ہیں۔ مسٹر
فاگ نے کہا۔

آقا اور نوکر سیڑھیوں سے نیچے اُترے۔ اُنہوں
نے مکان کے دروازے کو جو گلی کی جانب تھا،
دوسرا قفل لگایا جہاں سیول رو کی حد ختم ہوتی ہے
وہاں سے ایک گاڑی لی اور چیرنگ کراس کے
ریلوے اسٹیشن کی طرف روانہ ہو گئے۔

۸ بج کر ۲۰ منٹ پر گاڑی اسٹیشن پر کھڑی ہو
گئی۔ پاسے پارٹوٹ گاڑی سے نکلا۔ اس کے پیچھے

”دُنیا کے گرد؟“ پاسے پارٹوٹ حیرت زدہ ہو کر بولا
”ہاں دُنیا کے گرد اُسی دنوں میں؟“ فاگ نے
جواب دیا۔
”لیکن سفر کا سامان؟ سامان کا کیا انتظام ہوگا؟“
نوکر نے پوچھا۔

فاگ نے جواب دیا کہ ”ہمیں سامان کی ضرورت
نہیں ہے۔ ہمارے لیے پورٹ منسٹر کافی ہے۔ اس
میں شنجوابی کی دو قمیضیں اور جرابوں کے تین جوڑے
رکھ لو اور یہی چیزیں اپنے لیے بھی۔ سفر کے دوران
جس چیز کی ہمیں ضرورت ہوگی خرید لیں گے۔ میرا
موم جامے کا کوٹ اور سفری غالیچہ بھی لے لو اور
مضبوط جوتوں کے دو جوڑے بھی احتیاطاً۔ کیونکہ ہمیں
اس سفر میں پیدل چلنا نہیں پڑے گا۔ جاؤ اور جلدی
سے کام ختم کرو۔“

آٹھ بجے تک نوکر نے تھیلے میں اپنی اور اپنے
آقا کی ضروری چیزیں ڈال دیں اور پھر ایسی حالت
میں کہ وہ بے اطمینانی اور پریشانی محسوس کر رہا
تھا اس نے احتیاط کے ساتھ گمرے کا دروازہ بند
کر دیا اور نیچے مسٹر فاگ کے پاس چلا گیا۔

تیسرا باب

پولیس ایجنٹ کی غیر معمولی سرگرمی

۵ اکتوبر ۱۹۴۷ء کے روز پیننٹولر اینڈ اورینٹل کمپنی
PENINSULAR AND ORIENTAL CO کا جہاز

منگولیا MONGOLIA صبح کے گیارہ بجے سوئز پہنچنے

والا تھا۔ برٹشری سے بمبئی تک براہ نرسوینہ اس
جہاز کی آمد و رفت کا سلسلہ باقاعدہ جاری رہتا تھا۔
ابھی منگولیا سوئز نہیں پہنچا تھا کہ دو آدمی اس

ملک کے باشندوں اور جنابیوں کی بھیڑ کے درمیان

جس کی وجہ سے سوئز کے نئے قصبے میں بڑی رونق

نظر آتی تھی، بندرگاہ کی گودی پر اکٹھے چلتے پھرتے

دکھائی دیئے۔ ان میں سے ایک سوئز کا برٹش کنسولر

ایجنٹ BRITISH CONSULAR AGENT تھا اور

دوسرا ایک چھوٹے قد کا ڈبلا پتلا آدمی تھا۔ اس کے

چہرے پر ذہانت پانی جاتی تھی۔ اس کی بھوپیں

ایک خاص انداز میں متحرک نظر آتی تھیں۔ اس کا

اس کا آقا تھا۔ مسٹر فاگ نے گاڑی والے کو کرایہ
ادا کرنے کے بعد اپنے نوکر کو حکم دیا کہ پیرس
جانے کے لیے درجہ اول کے دو ٹکٹ خرید لے۔
جب وہ مڑا تو اس نے ریفارم کلب والے پانچ
دوستوں کو دیکھا۔

فاگ نے ان سے کہا: "حضرات! اب میں اپنے
سفر پر جا رہا ہوں۔ جب میں واپس آؤں گا تو آپ
میرے پاسپورٹ کے مختلف "ویزا" VISAS دیکھ کر
رہنے کی تفصیل معلوم کر سکتے ہیں۔ اس طرح آپ
کو یقین ہو جائے گا کہ میں نے اپنا سفر اس
پروگرام کے مطابق طے کیا ہے جس کا آپ کو
علم ہو چکا ہے۔"

آٹھ بج کر چالیس منٹ پر فلیس فاگ اور اس
کا نوکر ٹرین میں اپنی جگہ پر بیٹھ گئے۔ پانچ منٹ
کے بعد سیٹی بجنے پر ٹرین سٹیشن سے روانہ ہو گئی۔

نام فکس Fix تھا۔ اور یہ ان سُرغ رسالوں کی جماعت کا ایک رکن تھا جو بینک آف انگریزوں کی مذکورہ بالا چوری کے بعد سُرغ رسالی کی غرض سے مختلف بندرگاہوں میں بھیجے گئے تھے۔ فکس کا فرض یہ تھا کہ وہ ان تمام مسافروں کی کڑی نگرانی رکھے جو سوز کے راستے جہاز پر سوار ہوتے ہیں اور اگر اس کڑی نگرانی کے بعد اس کا یہ خیال ہو کہ فلاں مسافر کی شکل مفروضہ چور سے ملتی جلتی ہے تو پھر وہ اس وقت تک اس کی آنکھوں سے اوجھل نہ ہو جب تک کہ اسے اس مفروضہ چور کی گرفتاری کا وارنٹ نہ مل جائے۔ ٹھیک دو دن پہلے فکس کو لندن سے ایک تار موصول ہوا جس میں مفروضہ مجرم کے ٹھکانے کی تفصیل درج تھی۔ اس مفروضہ مجرم کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ وہ ایک خوش پوش معزز اور اعلیٰ حیثیت کا آدمی ہے جسے بینک کے "پے آفس" PAY OFFICE میں دیکھا گیا تھا۔ فکس کی سرگرمی کا محرک یہ جذبہ تھا کہ اگر اس کی کوشش سے چور گرفتار ہو گیا تو اسے بہت بڑا انعام ملے گا اور اسی لیے وہ بڑی بے تابی سے منگولیا کی آمد کا انتظار کر رہا تھا۔

فکس نے قنصل سے دسویں مرتبہ دریافت کیا "کیا آپ کی یہ رائے ہے کہ یہ جہاز کبھی دیر سے نہیں پہنچے گا؟" "ہاں! میں اب بھی یہ کہتا ہوں کہ وہ کبھی دیر سے نہیں پہنچے گا۔ کل پورٹ سعید سے اس کی روانگی کا سگنل دے دیا گیا تھا۔" قنصل نے جواب دیا۔ "سوز میں یہ جہاز کب تک ٹھہرے گا؟" فکس نے

پھر یہ پوچھا۔ "چار گھنٹے تاکہ وہ کوئٹہ لے سکے۔ سوز سے عدن تک جو بحیرہ قُوزم کے ساحل پر واقع ہے تیرہ سو دس میل کا فاصلہ ہے۔ عدن میں پھر اسے کوئٹہ لینا پڑے گا۔" قنصل نے جواب دیا۔ "اور سوز سے یہ جہاز بمبئی جاتا ہے؟" فکس نے پھر دریافت کیا۔ "سیدھا بمبئی بغیر کسی جگہ ٹھہرنے کے۔" قنصل نے جواب دیا۔

فکس نے پھر یہ خیال ظاہر کیا کہ "اگر چور اس جہاز سے روانہ ہوا ہے تو اس کا پروگرام یہ ہونا چاہیے کہ پہلے سویر اترے اور پھر کسی اور راستے سے ایشیا

میں ہالینڈ یا فرانس کے علاقے میں پہنچے۔ اسے اچھی طرح معلوم ہو جانا چاہیئے کہ جس طرح انگلستان میں اس کی سلامتی کا امکان نہیں ہے۔ اسی طرح ہندوستان بھی اس کے لیے پُر امن ملک نہیں ہے۔ قونصل نے اس کے جواب میں کہا: تمہارا خیال صحیح ہے کہ انگلستان اور ہندوستان دونوں ممالک میں وہ سلامتی اور امن کی زندگی گزار نہیں سکتا۔ ہاں اگر وہ غیر معمولی طور پر ہشیار اور چالاک ہے تو یہ علیحدہ بات ہے۔ تم جانتے ہی ہو کہ کسی دوسرے مقام کی نسبت لندن ایک ایسی جگہ ہے جہاں مجرم ہمیشہ سلامتی اور امن کے ساتھ اپنا وقت گزار سکتا ہے۔

اس کے بعد قونصل اپنے دفتر چلا گیا، جو قریب ہی واقع تھا۔

سٹر فکس کے دماغ پر خیالات اور قیاسات کی محویت طاری ہوئے زیادہ دیر نہیں گزری تھی کہ جہاز کی مسلسل سیٹیوں سے معلوم ہو گیا کہ وہ آ رہا ہے۔ اور جب گیارہ بجے جہاز اپنی خاص جگہ پر پہنچ گیا تو گودی سے ایک درجن کشتیاں اس کے خیر مقدم

کے لیے روانہ ہو گئیں۔ جہاز پر مسافروں کی بہت بڑی تعداد تھی۔ بعض مسافر جہاز کے عرشے ہی پر رہے اور دکش منظر سے لطف اٹھاتے رہے۔ لیکن اکثر مسافر ان کشتیوں پر بیٹھ گئے جو جہاز کے ساتھ لگی ہوئی تھیں۔ فکس تمام مسافروں کو جو جہاز سے اترے تھے غور سے دیکھتا رہا۔ فکس کی دیکھ بھال کا سلسلہ ابھی جاری ہی تھا کہ ایک مسافر تیز قدم اٹھاتے ہوئے فلاجین اور دوسرے لوگوں کے ہجوم میں سے گزرتا ہوا فکس کے پاس پہنچا اور اس سے اخلاق کے ساتھ قونصل کے دفتر کا پتہ دریافت کیا۔ اس کے ساتھ ہی اس مسافر نے فکس کو پاسپورٹ دکھایا جس پر انگریز کونسل کا ویزا ہونا چاہیئے۔ فکس نے پاسپورٹ ہاتھ میں لیتے ہی ایک نظر اس کے اندراجات پر ڈالی۔ اندراجات دیکھتے ہی وہ اپنے ہاتھوں کی لرزش کو شکل روک سکا۔ کیونکہ پاسپورٹ میں جو تفصیل درج تھی وہ بینک آف انگلینڈ کے چور کے محلے کے مطابق تھی۔ فکس کو چور کے محلے کی تفصیل سکاٹ لینڈ یارڈ سے پہنچ چکی تھی۔

”یہ تمہارا اپنا پاسپورٹ نہیں ہے؟“ فلکس نے مسافر سے کہا۔

”نہیں یہ میرے آقا کا ہے“ مسافر نے جواب دیا اور تمہارا آقا کہاں ہے؟“ فلکس نے پوچھا۔

”جہاز پر ہے“ مسافر نے جواب دیا۔

”تمہارے آقا کو اپنی شخصیت کا ثبوت دینے کے لیے خود تو قنصل کے دفتر میں آنا چاہیے“ سرانغرسا نے کہا۔

”کیا یہ بالکل ضروری ہے؟“ مسافر نے پوچھا۔

”ہاں ضروری ہے“ سرانغرسا نے جواب دیا۔

”قنصل کا دفتر کہاں ہے؟“ مسافر نے دریافت کیا۔

پولیس ایجنٹ نے ایک عمارت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو قریباً دو سو گز کے فاصلے پر واقع تھی جواب دیا۔

”وہ ہے چوک کے کنارے پر“

مسافر نے کہا: پھر میں جاتا ہوں اور اپنے آقا کو لاتا ہوں۔ لیکن اسے اس کارروائی سے خوشی نہیں ہوگی“ مسافر نے کہا۔ اس کے بعد مسافر نے فلکس کو سلام کیا اور جہاز کو واپس چلا گیا۔

سرانغرساں بھی گودی کے ہجوم کو چیرتا ہوا

جدو قنصل کے دفتر میں پہنچ گیا۔ جہاں اس نے قنصل کے پاس پہنچتے ہی کہا: میرے پاس یہ باور کرنے کی وجہ موجود ہیں کہ جس شخص کی مجھے تلاش ہے وہ جہاز منگولیا کا مسافر ہے۔ فلکس نے قنصل سے وہ تمام باتیں بیان کیں جو پاسپورٹ کے متعلق اس کے اور اس کے نوکر کے درمیان ہوتی رہیں۔ قنصل نے جواب دیا: دیکھیے مسٹر فلکس! مجھے یہ معلوم کر کے رنج نہیں ہوگا کہ یہ شخص جسے تم نے چور سمجھ رکھا ہے کس قسم کا آدمی ہے۔ اگر یہ شخص واقعی وہی ہے جس کا تمہیں یقین ہے تو وہ شاید میرے دفتر میں قطعاً نہ آئے۔ کوئی چور اپنے پیچھے ایسا نشان چھوڑنا پسند نہیں کرتا جس سے اس کے طریق کار اور ارادے کا پتا چل جائے۔ اس کے علاوہ ہندوستان کے لیے پاسپورٹ پر ویزا کی ضرورت بھی نہیں ہے۔ قنصل کو اس بارے میں زیادہ کہنے کا موقع نہ ملا کیونکہ دروازے پر دھک کی آواز آئی اور دو اجنبی کمرے میں داخل ہوئے۔ ان میں سے ایک نوکر تھا جو اس سے پہلے گودی پر مسٹر فلکس سے باتیں کر چکا تھا اور دوسرا

اور اس پر ویزا کی ضرورت نہیں ہے۔
 ”جی ہاں۔ مجھے اس بات کا علم ہے۔ لیکن میں
 چاہتا ہوں کہ آپ سوئیز میں میری موجودگی کی تصدیق
 کر دیں۔ آپ کے ویزا سے یہ ثابت ہو جائے گا
 کہ میں اس بندرگاہ سے گزرا ہوں۔“
 ”بہت اچھا جناب!“

توفصل نے دستخط کر دیئے، پاسپورٹ پر تاریخ
 ثبت کر دی اور پھر سرکاری مهر لگا کر اسے مٹر
 فاک کے حوالے کر دیا۔ جس نے فیس ادا کر دی۔
 اس کے بعد فاک بھی طور پر خود داری کے ساتھ
 تعظیماً جھکتے ہوئے باہر چلا گیا۔ نوکر اس کے پیچھے
 تھا۔

”فرمائیے آپ کا اس شخص کے متعلق کیا خیال
 ہے؟ سراج رمان نے توفصل سے دریافت کیا۔
 ”جہاں تک میں اندازہ لگا سکتا ہوں وہ مجھے
 بالکل ایک راست باز آدمی معلوم ہوتا ہے۔“ توفصل
 نے جواب دیا۔

”بہت ممکن ہے ایسا ہی ہو۔ لیکن اس کی شکل
 ٹھیک اس شخص سے ملتی ہے جس کا حلیہ مجھے

اس نوکر کا آقا تھا۔ آقا نے اپنی پاکٹ بک سے
 پاسپورٹ نکالا اور توفصل کے حوالے کیا اور مختصر
 الفاظ میں توفصل سے درخواست کی کہ وہ اس کے
 پاسپورٹ پر دستخط اور تاریخ ثبت کر دے۔
 توفصل نے پاسپورٹ کو توجہ سے پڑھا۔ سرغریبان
 بھی کمرے کے کونے سے اجنبی کو غور سے دیکھتا
 رہا۔ جب توفصل پاسپورٹ کو دیکھ چکا تو دونوں میں
 ذیل کی گفتگو ہوئی۔

”میں سمجھتا ہوں فلیس فاک آپ ہی کا نام ہے۔“
 ”جی ہاں فلیس فاک میرا ہی نام ہے۔“
 ”اور یہ آدمی! کیا یہ آپ کا نوکر ہے؟“
 ”جی ہاں وہ فرانسیسی ہے اور پاسے پارٹوٹ
 اس کا نام ہے۔“

”کیا آپ سیدھا لندن سے آرہے ہیں؟“
 ”جی ہاں۔“

”اور آپ کا مقصد...؟“
 ”بیمبئی۔“

”جناب! کیا آپ کو اس بات کا علم ہے کہ
 بیمبئی جانے کے لیے پاسپورٹ بالکل غیر ضروری ہے

بھیجا گیا ہے۔ مجھے اس کے متعلق مزید حالات معلوم کرنے چاہئیں۔ نوکر آقا کے مقابلے میں زیادہ سادہ مزاج معلوم ہوتا ہے اور چونکہ وہ فرانسیسی ہے اس لیے وہ یقیناً مجھے تمام باتیں بتا دے گا جن کا اسے علم ہے۔ میں جلد آپ سے پھر ملوں گا۔ اور یہ کہہ کر فکس پاسے پارٹوٹ کی تلاش میں قونصل کے دفتر سے روانہ ہو گیا۔ اس دوران میں جو نہی مسٹر فاگ قونصل کے دفتر سے روانہ ہوا وہ گودی کی طرف گیا اپنے نوکر کو ضروری ہدایتیں دیں۔ پھر ایک کشتی میں بیٹھ کر جہاز منگولیا پر چلا گیا اور اپنی کابین CABIN (مرہ) میں اتر کر اس نے سب سے پہلے اپنی نوٹ بک نکالی اور اس میں اپنے سفر کی حسب ذیل تفصیل درج کی :-

لندن سے روانہ ہوا بروز بدھ ۲۲ اکتوبر ۸ بج کر ۲۵ منٹ بوقت شام
پیرس پہنچا بروز جمعرات ۲۳ اکتوبر ۷ بج کر ۲۰ منٹ وقت صبح
پیرس سے روانہ ہوا جمعرات ۲۴ اکتوبر ۸ بج

۴ بج منٹ وقت صبح
یورن پہنچا براہ کوہ سینس۔ جمعہ ۲۵ اکتوبر ۶ بج
۳۵ منٹ وقت صبح
یورن سے روانہ ہوا۔ جمعہ ۲۶ اکتوبر ۷ بج کر ۳۰ منٹ وقت صبح
برنڈزی پہنچا۔ ہفتہ ۲۷ اکتوبر ۲ بجے سہ پہر
منگولیا پر سوار ہوا۔ ہفتہ ۵ بجے شام
سویز پہنچا۔ بروز بدھ ۲۹ اکتوبر ۱۱ بجے صبح
گھنٹوں کی میزان جو اس وقت تک صرف ہوئے

= ۱۵۶ = ۶ ۱/۲ دن

مسٹر فاگ نے اپنی نوٹ بک میں رول سے لکیریں کھینچیں اور کالم وار سفر کے مقامات اور ان کے درمیانی فاصلے کی تفصیل درج کی۔ یہ اندراج ۲۸ اکتوبر سے شروع کیا گیا اور ۲۱ دسمبر (۸۰ دن) تک اس کا نقشہ مرتب کیا گیا۔ جس سے ظاہر ہوتا تھا کہ اُسے کون سے مہینے، مہینے کے کون سے دن، ہفتے کے کون سے روز، کون سی تاریخوں اور اوقات پر پیرس، برنڈزی، سویز، بمبئی BOMBAY کلکتہ CALCUTTA سنگا پور SINGAPORE ہانگ کانگ

چوتھا باب

سیر کا افسوسناک انجام

مشر فاگ اور اس کا فرانسیسی نوکر مار اکتوبر کو سوئز سے روانہ ہو گئے اور دوسرے دن پاسے پارٹوٹ کو جہاز کے عرشے پر یہ دیکھ کر خوشی محسوس ہوئی کہ اس کی ایک ایسے با اخلاق آدمی سے ملاقات ہوئی ہے جس سے وہ پہلے نہر سوئز میں مل چکا تھا۔ اس نے خندہ پیشانی سے اس آدمی کا خیر مقدم کرتے ہوئے کہا کہ اگر میں غلطی پر نہیں ہوں تو آپ وہی جنرل بین ہیں جنہوں نے ازراہ کم سوئز میں میری رہنمائی کی تھی۔

"ہاں میں آپ سے ملاقات کا شرف حاصل کر چکا ہوں۔ آپ اس انگریز کے ملازم ہیں۔ ٹھیک ہے نا؟" سراغ رسان نے جواب دیا۔
"بالکل ٹھیک۔ اور آپ...؟" ملازم نے دریافت کیا۔

HONG KONG یو کو نامہ YOKO HAMA سان فرانسیکو

SAN FRANCISCO نیو یارک NEW YORK یورپول

اور لندن کے راستے دنیا کے بڑے بڑے مقامات پر ٹھیک وقت پر پہنچ جانا چاہیے۔ اس باقاعدہ اور منظم طریق کار کی بدولت وہ اپنے تمام سفر میں اس بات کا اندازہ لگا سکتا تھا کہ ہر مقام پر اس کا کس قدر وقت ضائع ہوا یا وقت پر پہلے پہنچ کر اس نے کس قدر اپنا وقت بچایا۔ سوئز پہنچ کر اسے اپنے نقشہ اوقات سے معلوم ہو گیا کہ اب تک نہ تو اس کا وقت ضائع ہوا ہے اور نہ اس نے اپنا وقت بچایا ہے۔

”میرا نام فکس ہے۔“ سُراغِ رسان نے جواب دیا۔
”مسٹر فکس! مجھے جہاز پر آپ کو دیکھ کر مسرت
حاصل ہوئی ہے۔“ ملازم نے کہا۔

سُراغِ رسان نے ایک ایسے لہجے میں جس سے
بے پروائی پائی جاتی تھی ملازم سے دریافت کیا۔
”سنائیے مسٹر فاک کیسے ہیں؟“

”بہت اچھے۔ میں بھی اچھا ہوں۔ میں ایک دم خور
کی طرح بلا نوش ہوں۔ یہ سمندر کی ہوا کا اثر ہے
کہ میرا معدہ ”ہل من مزید“ کا نعرہ لگا رہا ہے۔“
ملازم نے جواب دیا۔

”اور آپ کے آفا کی کیا کیفیت ہے؟ میں نے
انہیں کبھی جہاز کے عرشے پر نہیں دیکھا۔ سُراغِ رسان
نے دریافت کیا۔

”وہ کبھی عرشے پر نظر نہیں آتے اور اس لیے
نظر نہیں آتے کہ کُریڈ کر پوچھنا اور کسی چیز کی
ٹوہ لگانا ان کی فطرت میں داخل نہیں۔“ ملازم نے
جواب دیا۔

پاسے پار ٹوٹ اور فکس آپس میں ایسے گھل مل
گئے کہ وہ اکثر بے تکلفی کے لہجے میں ایک دوسرے

سے باتیں کیا کرتے تھے۔ سُراغِ رسان اپنا مطلب
نکالنے کے لیے مسٹر فاک کے نوکر سے زیادہ
بے تکلف ہونا چاہتا تھا۔ کیونکہ اس کے دل میں یہ
خیال پیدا ہو گیا تھا کہ فاک کا نوکر اس کے لیے
بہت مفید ثابت ہو سکتا ہے۔ اور اسی لیے وہ
اس تاک میں لگا رہتا تھا کہ جہاں تک ممکن ہو،
وہ اس فرانسیسی ملازم سے ایسی باتیں معلوم کرے
سکے جن سے مقصد برآری کا پہلو نکلتا ہو۔ اسی بنا
پر سُراغِ رسان نے ہر ممکن طریقے سے مسٹر فاک
کے ملازم سے واقفیت بڑھانے اور اسے اپنے
ڈھب پر لانے کا خاص طور پر خیال رکھا۔ فرانسیسی
ملازم کے دل میں بھی یہ خیال پیدا ہو گیا کہ فکس
ایک زندہ دل اور خوش باش آدمی ہے۔

اس دوران جہاز پوری رفتار کے ساتھ اپنا سفر
طے کر رہا تھا۔ سویز اور عدن کا درمیانی فاصلہ
۱۳۱۰ میل ہے۔ اور کمپنی کے ٹائم ٹیبل TIME
TABLE کے مطابق منگولیا کو یہ سفر ۱۳۸ گھنٹوں

میں طے کرنا چاہیے۔ ۱۳ اکتوبر کو عرب ساحل
پر مویا کا بندرگاہ نظر آیا۔ یہ بندرگاہ منہدم شدہ

گئے۔ کھاتے جانے والی ٹرین کا وقت ٹھیک آٹھ بجے تھا۔ اس لیے مسٹر فاک جلد سے جلد جہاز سے اتر گیا۔ اپنے نوکر کو کچھ چیزوں کے خریدنے کی ہدایت کی۔ اور اسے تاکید کی کہ وہ آٹھ سے پہلے اسٹیشن پہنچ جائے اور پھر اپنے معمولی کے مطابق کسٹم کے دفتر پہنچا تاکہ اپنے پاسپورٹ پر دستخط اور تاریخ درج کرائے۔

جہاز سے مسٹر فاک کے اترتے ہی فکس بھی منگولیا سے اتر گیا۔ جس نے بمبئی کی پولیس کے افسر اعلیٰ کے پاس پہنچ کر اسے بتایا کہ "میں سراسر رمان ہوں۔ اور بینک آف انگلینڈ کی چوری کے متعلقہ واقعات کا ذکر کرتے ہوئے پولیس کے افسر اعلیٰ کو اس آدمی کے متعلق جس پر اسے شبہ تھا اپنے مقصد سے آگاہ کیا۔ پھر اس سے یہ پوچھا کہ چور کی گرفتاری کے لیے اس کے پاس کوئی وارنٹ تو نہیں پہنچا۔ پولیس کے اعلیٰ افسر نے جواب دیا کہ ابھی تک کوئی وارنٹ نہیں پہنچا اور چونکہ وارنٹ مسٹر فاک کی روانگی کے بعد لندن سے بھیجا گیا تھا اس لیے یہ اتنی جلدی بمبئی کیسے پہنچ سکتا ہے۔

دیواروں سے گھرا ہوا تھا۔ ان دیواروں سے پرے کھجوروں کے سبز درخت صاف دکھائی دیتے تھے اور ان سے ذرا دور قہوے کے پودوں کے ٹھنڈ اپنی بہار دکھا رہے تھے۔

اگلی رات جہاز باب المندب BAB-EL-MANDEB سے نکل گیا اور دوسرے دن ۶ بجے شام کے وقت منگولیا کوئلے کا ذخیرہ حاصل کرنے کے بعد عدن سے روانہ ہو کر جلد بحر ہند میں داخل ہو گیا۔ ۲۰ اکتوبر اتوار کے روز قریباً بارہ بجے اہل جہاز کو ہندوستان کا ساحل نظر آیا۔ دو گھنٹے کے بعد پائلٹ جہاز پر پہنچ گیا اور تھوڑی دیر کے بعد جہاز اس بحری راستے سے گزرتا ہوا جس کے ایک طرف بمبئی اور سالٹ SALSETTE کے جزیرے اور دوسری طرف ٹرامبے ایلے قنٹا TROMBAY ELEPHANTA اور پھر BUTCHER کے جزائر تھے۔ ۲۱ بجے بمبئی کی گودی میں لنگر انداز ہوا۔ منگولیا کوئلے کیس کے مطابق ۲۲ اکتوبر کو بمبئی پہنچا چاہیے تھا۔ لیکن یہ ۲۰ کو پہنچ گیا۔ مسٹر فلیس نے اپنی نوٹ بک میں پورے دو دن کی بچت درج کر لی۔

سہ پہر کے پانچ بجے تک تمام افسر جہاز سے اتر

فلس کو پولیس افسر کے اس جواب سے بے اطمینانی سی محسوس ہوئی۔ اس نے پولیس انسپکٹر کو اس بات پر آمادہ کرنے کی کوشش کی کہ اسے فاک کو گرفتار کرنے کی اجازت دے۔ لیکن پولیس انسپکٹر نے اس کی درخواست منظور کرنے سے انکار کر دیا۔ اس لیے فلس نے یہی ضروری سمجھا کہ وارنٹ کا انتظار کیا جائے۔ لیکن اس کے ساتھ اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ جب تک اُسے بمبئی میں رہنا پڑے گا وہ مفروضہ چور کی لگاتار نگرانی کرتا رہے گا۔

پاسے پار ٹوٹ نے اپنے آقا کی ہدایت کے مطابق چیزیں خریدنے کے بعد شہر اور اس کے نواح کی سیر کے لیے ایک گاڑی لی۔ یہ اس کے آقا کی اور خود اس کی بدقسمتی تھی کہ سیر کا شوق اور نئی چیزوں کو دیکھنے کی آرزو اس کی دانش مندی اور فرض شناسی پر غالب آئی۔ اتفاق سے اس دن پارسیوں کا ایک شہوار تھا اور کچھ عرصہ تک پھرنے اور ایک جلوس دیکھنے کے بعد اس نے بمبئی کے ایک خوب صورت پہاڑی مقام کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔

جب وہ مالا بار کی پہاڑی پر ایک حیرت انگیز

مندر کے قریب گیا تو اس کے دل میں مندر کو اندر سے دیکھنے کا خیال پیدا ہوا۔ ان دو باتوں کا اسے علم نہ تھا۔ اول یہ کہ ہندوستان میں بعض ایسے ہندو مندر ہیں جن میں عیسائیوں کو داخل ہونے کی اجازت نہیں۔ دوم یہ کہ خود ہندو بھی ان مندروں کے اندر نہیں جاسکتے تا وقتیکہ وہ پہلے اپنے جوتے دروازے پر نہ چھوڑ جائیں۔

اس سلسلے میں یہ بیان کرنا مناسب ہے کہ برٹش گورنمنٹ نے یہ دانش مندانہ پالیسی اختیار کر رکھی ہے کہ جو شخص ملک کے باشندوں کے مذہبی جذبات کا احترام نہ کرے یا جو مندروں کے تقدس کو ملحوظ نہ رکھے اُسے سخت سزا دی جائے۔ مگر پاسے پار ٹوٹ چونکہ ان باتوں سے بے خبر تھا اس لیے ایک عام سیاح کی طرح مندر کے اندر بے دھڑک داخل ہو گیا۔ مندر کی حیرت انگیز اور جاذب نظر آرائش نے جو اسے ہر جگہ نظر آئی اس پر محویت کی کیفیت طاری کر دی۔ اسے یہ محسوس ہی نہ ہوا کہ وہ ایک مقدس عمارت کے فرش پر ایسے انداز سے چل پھر رہا ہے جس سے بے ادبی پائی جاتی ہے۔ مندر کے تین

پر دہشت غضب آلود نگاہوں سے اس پر چھپٹے۔ انھوں نے اس کے جوتے اور جرابیں اتار کر اسے مارنا شروع کر دیا۔

ہیشار اور پھرتیلا فرانسیسی جلد اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔ اُس نے اپنے دو حملہ آوروں کی دو ایسے زبردست گھونسوں سے تواضع کی کہ وہ زمین پر گر پڑے۔ اس کے بعد وہ مندر سے اسی تیزی کے ساتھ باہر نکل گیا کہ وہ تیسرے حملہ آور سے جو اس کا تعاقب کر رہا تھا بہت آگے نکل گیا اور ہجوم میں غائب ہو گیا۔

آٹھ بجنے میں پانچ منٹ باقی رہ گئے تھے۔ وہ ریلوے اسٹیشن پہنچ تو گیا لیکن حالت یہ تھی کہ نہ سر پر ہیٹ، نہ پاؤں میں جوتے۔ پھر دونوں ہاتھ خالی۔ کیونکہ جو چیزیں اُس نے آقا کے لیے خریدی تھیں وہ مندر کے ہنگامے میں گم ہو گئیں۔

فلک اسٹیشن پر موجود تھا۔ وہ مسٹر فاگ کے پیچھے سایہ کی طرح لگا ہوا تھا۔ جب اُسے یہ معلوم ہوا کہ فاگ بیٹی سے روانہ ہونے والا ہے تو اس نے فوراً اس کا کلکتہ تک بکے اگر ضرورت پڑی تو آگے

تک اس کا پیچھا کرنے کی ٹھان لی۔ مسٹر فاگ کے فرانسیسی ملازم نے سراغ رسان کو نہ دیکھا کیونکہ وہ سائے میں کھڑا ہوا تھا۔ وہ آقا کو مختصر الفاظ میں اپنی اس واردات کی کیفیت سنا رہا تھا جو اس پر مندر میں گزری تھی۔ فلک نے بھی یہ کیفیت سن لی۔ مسٹر فاگ نے گاڑی میں بیٹھ جانے کے بعد خاموشی اور متانت کے ساتھ جواب دیا کہ ”مجھے اُمید ہے کہ آئندہ اس قسم کا واقعہ پیش نہیں آئے گا۔“

بیچارہ پاسے پار ٹوٹ جس کے پاس نہ جوتا تھا نہ جرابیں اور جو بُری حالت میں نظر آتا تھا خاموشی کے ساتھ ٹرین کے اسی کمرے میں بیٹھ گیا جہاں اس کا آقا بیٹھا ہوا تھا۔ فلک گاڑی کے دوسرے کمرے میں داخل ہونے ہی والا تھا کہ دفعۃً اسے ایک خیال آیا۔ جس کی بنا پر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔ اس نے یہ سوچا کہ ”میں یہیں رہوں گا۔ ہندوستان کی سرزمین پر جرم کے ارتکاب کا واقعہ پیش آیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ اب چور میری گرفت سے بچ نہیں سکتا۔ فلک اپنا خیالی پلاؤ پکانے ہی والا تھا کہ اس نے بیٹی دی اور ٹرین رات کی تاریکی میں روانہ ہو گئی۔“

پانچواں باب

ہاتھی کی سواری

گاڑی کے جس کمرے میں پاسے پارٹوٹ اور اس کا آقا بیٹھا ہوا تھا اس میں ایک تیسرا آدمی بھی تھا جو مخالف سمت کے کونے میں اپنی جگہ ٹھیک کر رہا تھا۔ یہ مسافر بریگیڈیر جنرل سرفرائس کرو مارٹی
BRIGADIER GENERAL SIR FRANCIS CROMARTY

تھا جو سویز سے بمبئی پہنچ کر اس غرض سے بمبئی جا رہا تھا کہ وہاں اپنی فوجی خدمت کے فرائض بجا لائے۔ سرفرائس کرو مارٹی جہاز میں مسٹر ناگ کے ساتھ تاش بھی کھیلتا رہا۔

ٹرین کو بمبئی سے روانہ ہونے ایک گھنٹہ گزر چکا تھا کہ وہ ان پلوں پر سے بھی گزر گئی، جو جزیرہ بمبئی اور سابلٹ کو خشکی کے بڑے علاقے سے ملاتے ہیں۔ رات کے وقت یہ مغربی گھاٹ
WESTERN GHATS کے پہاڑی علاقے کو عبور

کر کے ناسک NASIK پہنچ گئی جو دریائے گوداوری کے کنارے ایک مشہور شہر ہے اور جو ہندوؤں کا تیرتھ ہونے کی وجہ سے نہایت متبرک سمجھا جاتا ہے۔

دوسرے دن ۲۱ اکتوبر کو خاندیش KHANDESH کا میدانی علاقہ طے کرنے کے بعد گاڑی ساڑھے بارہ بجے بڑھان پور BURHANPUR ٹھہر گئی۔ یہاں سے پاسے پارٹوٹ نے سیپروں کا ایک جوڑا خریدا جن پر نقلی موتی بطور زیبائش لگے ہوئے تھے۔ بظاہر وہ یہ سیپر بہن کر مطمئن دکھائی دیتا تھا۔

مسافر اپنے کھانے سے جلدی فارغ ہو گئے۔

اس کے بعد گاڑی دریائے تاپتی TAPTI کے کنارے تھوڑا سا چکر لگانے کے بعد نرسنگھ پور

NARSINGHPUR روانہ ہو گئی۔ یہ دریا سورت

SURAT کے بندرگاہ سے گزرتا ہوا خلیج یکمبے

GULF OF CAMBAY میں جا گرتا ہے۔ سورت

کپاس کی تجارت برآمد کے لیے خاص طور پر مشہور

ہے۔ شام کے وقت گاڑی ست پور SATPURAS

کے پہاڑی دروں میں پہنچ گئی۔ یہ درے دریائے تاپتی کی وادی کو دریائے نربدا کی وادی سے جدا کرتے ہیں۔

مسافر مشرقی جانب یعنی سورج کی طرف لگاتار سفر کر رہے تھے۔ اس لیے وہ جس قدر ہر ڈگری سفر کرتے تھے گھڑی کے وقت کی نسبت سے دن بقدر ۴ منٹ چھوٹے ہوتے گئے۔ مگر مسٹر فاک کا فرانسیسی نوکر وقت کے متعلق جنرل کے حساب کو سمجھا یا نہیں سمجھا مگر وہ اسی بات پر بضد تھا کہ اپنی گھڑی کے وقت کو لندن کے وقت کے مطابق رکھے۔

اگلی صبح کے آٹھ بجے ٹرین ایک گھنٹے جنگل میں جس کی سرحد پر بہت سے نکلے اور مزدوروں اور کاریگروں کے مکان نظر آتے تھے پہنچ کر رُک گئی۔ ٹرین کے گارڈ نے لائن کے پاس کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا: "سب مسافراتر جائیں انھیں اپنا سفر تبدیل کرنا پڑے گا۔"

"ہم کہاں ہیں؟" سرفرانس نے گارڈ سے دریافت کیا۔
"کانک پور KANIK PUR کے قصبے کے قریب۔"
گارڈ نے جواب دیا۔

"کیا ہمیں یہاں ٹھہرنا پڑے گا؟" سرفرانس نے پوچھا۔
"جی ہاں! ریلوے لائن زیر تعمیر ہے۔ ابھی یہ مکمل نہیں ہوئی۔" گارڈ نے کہا۔

دوسرے دن ۲۲ اکتوبر کو سرفرانس کرومارٹی نے پائے پارٹوٹ سے وقت دریافت کیا۔ اس نے اپنی گھڑی دیکھ کر بتایا کہ اس وقت سہ پہر کے ۳ بجے ہیں۔ دراصل اس کی گھڑی قریباً چار گھنٹے پیچھے تھی۔ جب وہ انگلستان سے روانہ ہوئے (جو اس مقام سے جہاں وہ تھے جانب غرب قریباً ۷۷ ڈگری واقع

ہے) تو گھڑی کا وقت گرین وچ GREENWICH ٹائم کے مطابق ٹھیک کر لیا گیا تھا۔ گھڑی کے پیچھے رہنے کی وجہ یہ تھی کہ اس کی رفتار قدرتی طور پر سورج کی رفتار کے مقابلے میں روز بروز کم ہوتی گئی۔ سرفرانس نے پائے پارٹوٹ سے اپنا وقت درست کرنے کے لیے کہا اور اُسے یہ سمجھانے کی کوشش کی کہ کیوں ہر نئے مریدین (مدار) سے گزر جانے کے بعد گھڑی کا وقت ٹھیک رکھنا ضروری ہے۔ چونکہ

"مریدین" زمین یا سمندر کی سطح سے آسمان کی طرف وہ بلند ترین مقام ہے جہاں سورج اپنی پوری آب و تاب سے نظر آتا ہے۔ اور چونکہ زمین سورج کے گرد گردش کرتی ہے۔ اس لیے "مریدین" بھی اس گردش کی وجہ سے بدلتے رہتے ہیں۔

”مستحل نہیں ہوئی۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ سرفرائس نے حیران ہو کر پھر کارڈ سے دریافت کیا۔
”ہمیں ابھی پچاس میل لائن تعمیر کرنی ہے تاکہ اس کا ریل آباد سے تعلق قائم ہو جائے۔ الہ آباد سے آگے لائن بالکل ٹھیک ہے۔ کارڈ نے بڑے اطمینان سے کہا۔

”لیکن اخبارات میں تو یہ بیان کیا گیا ہے کہ لائن صاف ہے اور تمام سفر کے لیے کھلی ہوئی ہے“ سرفرائس نے کہا۔

کارڈ نے کسی قدر افسوس کے ساتھ جواب دیا کہ
”جناب میں تو صرف یہی کہہ سکتا ہوں کہ اخبارات نے غلطی کی یہ صحیح ہے ہم پورے سفر کے لیے ٹکٹ جاری کرتے ہیں۔ لیکن اکثر مسافر جانتے ہیں کہ انہیں اس جگہ سے الہ آباد تک پچاس میل کا سفر طے کرنے کے لیے خود انتظام کرنا چاہیئے۔ چونکہ بہت سے مسافروں کو اس بات کا علم تھا کہ ریلوے لائن کا یہ حصہ زیر تعمیر ہے اس لیے سواری کا انتظام کرنے کے لیے انہوں نے بڑی سرگرمی اور مستعدی سے کام لیا۔ غرض چار پیوں والی پاکی گاڑیاں، ہیل گاڑیاں

پاکیاں، ٹٹو وغیرہ جو متصلہ گاؤں سے مل سکتے تھے، مسافروں کے کام آئے۔

مسٹر فاگ اور سرفرائس کرومانی نے گاؤں کو ایک سرے سے دوسرے سرے تک چھان مارا کہ ان کے لیے سواری کا انتظام ہو جائے لیکن انہیں اپنی اس کوشش میں ناکامی ہوئی۔

مسٹر فاگ نے اس بات کا نتیجہ کر لیا کہ میں الہ آباد تک پیدل جاؤں گا۔ اس کے فرانسیسی نوکر نے جو اپنے آقا کے قریب کھڑا ہوا تھا جب اپنے خوبصورت اور نفیس سیلپروں کی طرف دیکھا تو اسے رنج محسوس ہوا کیونکہ یہ سیلپر پیدل چلنے کے لیے بالکل بے کار تھے۔ وہ بھی اپنے آقا اور سرفرائس کی طرح علیحدہ سواری کی تلاش میں مصروف رہا۔ آخر اس نے اپنے آقا سے کہا: ”جناب! میں نے سواری کا مسئلہ حل کر لیا ہے۔“

”وہ کیسے؟“ مسٹر فاگ نے فوراً پوچھا۔
”ایک لمبھی کا انتظام ہو سکتا ہے۔ اس لمبھی کا مالک قریب ہی رہتا ہے۔“ فرانسیسی نوکر نے جواب دیا۔
”ہم خود مالک کے پاس جاتے ہیں اور لمبھی کو

دس پاؤنڈ فی گھنٹہ کے حساب سے مالک کو کرایہ دینا چاہا لیکن مالک نے انکار کر دیا۔ فاک نے دس کے بجائے بیس پاؤنڈ کی رقم بڑھا دی۔ لیکن مالک پر اس غیر معمولی پیشی کا کچھ اثر نہ ہوا۔ فاک کا فرانسیسی ملازم اپنے آقا کی یہ فیاضانہ روش دیکھ کر خاص طور پر متاثر ہوا لیکن ہاتھی کا مالک پھر بھی اس سے مس نہ ہوا۔

ہاتھی کے مالک کی احمقانہ ضد سے جوش یا غصے یا تشویش کا خفیت سے خفیت اظہار کیے بغیر مسٹر فاک نے آخر یہ فیصلہ کیا کہ ہاتھی مالک سے خرید لیا جائے اور اس نے مالک کو ایک ہزار پاؤنڈ کی رقم پیش کی۔ مگر ہاتھی کے مالک نے یہ رقم بھی منظور نہ کی۔ بلاشبہ اس ذلیل اور پست فطرت انسان نے یہ سمجھ رکھا تھا کہ انکار کرنے سے اسے اپنے ہاتھی کی قیمت اور زیادہ مل جائے گی۔ مگر فرانسس مسٹر فاک کو ایک طرف لے گیا اور اسے سمجھایا کہ اگر تم اور زیادہ قیمت دینے پر آمادہ ہو گئے تو اچھی طرح سوچ سمجھ لو کہ ایسا سودا تمہارے لیے کہاں تک مفید ثابت ہوگا۔ لیکن فاک نے جواب دیا میں نے سوچ سمجھ کر یہ

دیکھ کر اس سے معاملہ بھی طے کرتے ہیں۔ مسٹر فاک نے جواب دیا۔ پانچ منٹ کے بعد فیاس فاک، سرفرانسس کروائی اور پاسے پار ٹوٹ تینوں ایک جھوٹری میں پہنچے۔ جس کے قریب ایک احاطہ تھا جس کے گرد مضبوطی کے ساتھ تختے لگے ہوئے تھے۔ جھوٹری کے اندر ایک ہندو بیٹھا ہوا تھا اور احاطہ کے اندر انھیں ایک ہاتھی نظر آیا۔ ہاتھی کا مالک ان کی درخواست پر انھیں احاطہ کے اندر لے گیا اور تینوں مسافروں نے کیونی (ہاتھی کا نام) کو غور سے دیکھا۔ دوسرے ہاتھیوں کی طرح یہ ہاتھی بھی کچھ دیر کے لیے خاصی تیز رفتار سے سفر طے کرے گا اور چونکہ سواری کا اور کوئی ذریعہ موجود نہ تھا اس لیے مسٹر فاک نے اسے کرایہ پر لینے کا مصمم ارادہ کر لیا۔

ہندوستان میں ہاتھیوں کی قیمت اب زیادہ بڑھ گئی ہے کیونکہ ہاتھی اب کم ملتے ہیں۔ اس لیے جب مسٹر فاک نے "کیونی" کو کرایہ پر لینا چاہا تو اس کے مالک نے صاف انکار کر دیا۔ مگر فاک ہاتھی کو کرایہ پر لینے کا نتیجہ کر چکا تھا۔ اس لیے اس نے

قدم اٹھایا ہے۔ سوال ہاتھی کی قیمت کا نہیں بلکہ بیس ہزار پاؤنڈ کی بازی جیتنے کا ہے۔ اس ہاتھی کا خریدنا میرے لیے نہایت ضروری ہے اور میں اس کے خریدنے کا نتیجہ کر چکا ہوں۔ خواہ مجھے بیس گنا قیمت دینی پڑے۔

مشر فاگ نے ہاتھی کے مالک کو ایک ہزار دو سو پاؤنڈ قیمت سنائی، پھر ایک ہزار پانچ سو پاؤنڈ، پھر ایک ہزار آٹھ سو پاؤنڈ اور آخر دو ہزار پاؤنڈ۔ آخری رقم فیصلہ کن ثابت ہوئی۔ مالک نے یہ قیمت منظور کر لی۔

فاگ کے فرانسیسی نوکر کا بھرہ جو عام طور پر سرف رہتا تھا اپنے آقا کے اس انتہائی اقدام سے متاثر ہو کر زرد پڑ گیا۔ وہ بلند آواز سے یہ کہے بغیر نہ رہا: قسم ہے مجھے ان سیلیپروں کی۔ ایک ہاتھی کے لیے اس قدر قیمت بہت زیادہ ہے۔

جب معاملہ طے ہو چکا تو اب یہ سوال پیش آیا کہ صاوت کہاں سے آئے۔ اتفاق سے ایک نوجوان پارسی نے جو ہاتھی کے سورے کے وقت پاس کھڑا تھا اور جس کے چہرے سے دُوراندیشی اور معاملہ فہمی

کے آثار پائے جاتے تھے مشر فاگ کو اپنی خدمات پیش کیں۔ مشر فاگ کو ایسے نازک موقعہ پر اور کیا چاہیے تھا اس نے نہ صرف پارسی کی خدمت منظور کر لی بلکہ اس سے وعدہ کیا کہ اگر اس نے الہ آباد کا سفر طے کیا تو اس کے ساتھ فیاضانہ سلوک کیا جائے گا۔

ہاتھی کو بغیر کسی تاخیر کے تیار کیا گیا۔ اس کی پیٹھ پر پہلے تو اُس نے ایک موٹا سا پالان ڈالا پھر بیٹھنے کے لیے ہودے کا انتظام کیا۔ مشر فاگ نے اپنے تھیلے میں سے دو ہزار پاؤنڈ کے نوٹ نکال کر ہاتھی کے مالک کو ادا کر دیئے۔ اس کے بعد

اس نے سر فرانسس کو ہودے میں بیٹھنے کے لیے جگہ پیش کی۔ جنرل نے شکریہ ادا کیا۔ ایک غیر معمولی عظیم جسامت کے جانور کے لیے ایک دو مسافروں کا بوجھ کچھ حقیقت نہیں رکھتا۔ سفر کے لیے کھانے پینے کی ضروری چیزیں رکھ لی گئیں۔ مشر فاگ اور سر فرانسس ہودے میں بیٹھ گئے اور فرانسیسی نوکر کو دونوں کے درمیان تھوڑی سی جگہ مل گئی۔ پارسی صاوت ہاتھی کی گردن پر جم کر بیٹھ گیا۔ نوبت وہ گاؤں سے روانہ ہو گئے اور کھجور کے درختوں کے گھنے جنگل میں وہ الہ آباد کی طرف اس راستے پر ہو لیے جو پارسی صاوت کے حساب سے نزدیک ترین تھا۔

چھٹا باب

بدقسمت عورت

ناہموار راستے پر ہاتھی کے قدموں سے غلیاس اور سرفرائس کو شدید جھٹکے لگے۔ مگر سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ وہ سفر کی اس تکلیف کو خندہ پیشانی سے برداشت کریں۔ پاسے پارٹوٹ کی حالت ان دونوں سے ابتر تھی۔ اس نے اپنے آقا کی اس نصیحت پر عمل کیا کہ خاموش رہے یعنی بات کرنے کے لیے زبان نہ ہلائے۔ کیونکہ اگر اس نے اپنی زبان ہلائی تو جھٹکے سے زبان کے کٹ جانے کا اندیشہ تھا ایک دفعہ تو جھٹکے کی وجہ سے وہ ہاتھی کی گردن تک پہنچ گیا۔ ایک دوسرے موقع پر وہ ہاتھی کی دم پر کھسک گیا۔ مگر آدمی تھا زندہ دل، سفر کی ان ناگزیر تکلیفوں میں بھی ہائے اٹے کرنے کے بجائے وہ آہ آہ کے خندہ آفرین فلسفے کا قائل رہا۔ کبھی کبھی وہ اپنے پتیلے میں سے شکر کی ڈلی نکال کر ہاتھی کو پیش کرتا اور یہ ذہین جانور سوئڈ سے ڈلی پکڑ کر اس سے

لطف اٹھاتا لیکن کیا مجال کہ اس کی اس حرکت سے رفتار میں ذرا بھی فرق آئے۔
شام کے آٹھ بجے ننھے ماندے مسافر جنگل کی حد سے نکل گئے وہ وندھیا چل VINDHYA CHAL کے کرپتانی علاقے کے آخری پہاڑی مقام سے بھی آگے گزر چکے تھے۔ اس نواح میں انہیں ایک منہدم پنجم نظر آیا۔ اس دن وہ تقریباً ۲۵ میل کا سفر طے کر چکے تھے لیکن الہ آباد ALLAHABAD پہنچنے کے لیے ابھی انہیں اسی قدر اور مسافت طے کرنی تھی۔ رات کے وقت خاصی سردی محسوس ہوتی تھی۔ پاری مساوت نے جنگل میں آگ جلائی۔ آگ کی گرمی مسافروں کو بڑی خوشگوار اور آرام دہ معلوم ہوئی۔ جو کھانا انہوں نے تیار کیا اس سے انہیں بڑا لطف حاصل ہوا۔ کیونکہ سب کو خوب جھوک لگی ہوئی تھی۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد کچھ دیر تو یہ لوگ باتیں کرتے رہے لیکن ان کی باتیں بہت جلد خراٹوں میں منتقل ہو گئیں۔ پاری مساوت نے "کیرونی" کے قریب اپنا بستر جمایا اور ہاتھی بھی کھڑے کھڑے ایک بہت بڑے درخت کے تنے کے ساتھ سہارا لیتے سو گیا۔

دیا جنرل! ابھی میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ پاسے پارٹوٹ کے کان اور آنکھیں بھی ان ناقابل فہم آوازوں کی طرف لگی ہوئی تھیں۔ پارسی لاکھتی کی گردن سے نیچے کود پڑا اور جانور کو ایک درخت سے باندھ کر اس طرف چل دیا۔ جہاں سے آوازیں آ رہی تھیں۔ وہ جلد واپس لوٹا اور یہ خبر لایا کہ برہمنوں کا ایک جلوس اس راستے پر آ رہا ہے۔ ہمیں اگر ممکن ہو تو اپنے آپ کو چھپا لینا چاہیے۔ چنانچہ چاروں مسافر گھسی جھاڑیوں کے پیچھے چھپ گئے۔

آوازیں اور باجوں کا بے ہنگم اور بے ربط شور آخر قریب آ گیا اور جلوس کا سرکردہ آدمی اس جگہ سے جہاں مسٹر فاک اور اس کے ساتھی چھپے ہوئے تھے قریباً پچاس قدم کے فاصلے پر نظر آیا۔

پہلے مذہبی پیشوا آئے جن کے سروں پر خاص قسم کی ٹکڑیاں تھیں۔ انھوں نے لمبے بادل سے پہن رکھے تھے جو زردوزی اور آرائش کے اعتبار سے قیمتی خیال کیے جاتے تھے۔ ان کے ساتھ مردوں، عورتوں اور بچوں کا بلا جلا ہجوم تھا جو ایک دردناک لہجے میں مذہبی گیت گاتا جاتا تھا۔ تھوڑے تھوڑے وقفے کے بعد دھول کی

صبح کے ۶ بجے مسٹر فاک نے اپنے رفقا کے ساتھ اپنا سفر شروع کر دیا۔ پارسی مہادت یہ چاہتا تھا کہ شام تک الہ آباد پہنچ جائے۔ اس صورت میں مسٹر فاک نے اپنے سفر میں ۴۸ گھنٹوں کی جو بچت حاصل کی تھی اس میں اسے ایک خفیہ سا نقصان اٹھانا پڑتا۔ دو بجے وہ ایک بڑے گھنے جنگل میں داخل ہوئے جنگل کا یہ راستہ کئی میل کا تھا۔ پارسی مہادت نے کھلے میدان کے سفر پر جنگل کے سایہ دار درختوں میں سے گزرتا زیادہ مناسب سمجھا۔ اس وقت تک انھیں کوئی ناگوار واقعہ پیش نہ آیا اور انھیں اس بات کا پورا یقین تھا کہ ان کا سفر بغیر کسی حادثے کے ختم ہو جائے گا۔ ابھی وہ اس خیال ہی میں تھے کہ لاکھتی نے انتباہی طور پر بے چینی کا اظہار کیا اور پھر دفعۃً ٹھہر گیا۔ اس وقت سہ پہر کے قریباً چار بجے کا وقت تھا۔

سرفرانس نے ہودے سے اپنا سر اُونچا کر کے دریافت کیا: کیا معاملہ ہے؟ پارسی نے جو گھنے درختوں کی موٹی شاخوں میں سے غور کے ساتھ مسلسل دلی ہوئی آواز سن رہا تھا جواب

جو شیو siva دیوتا کی بیوی ہے اور محبت اور موت کی دیوی سمجھی جاتی ہے۔ کیسی خوفناک صورت ہے!

پاسے پار ٹوٹنے والے جواب دیا کہ یہ موت کی دیوی تو ہو سکتی ہے لیکن محبت کی نہیں۔ کیسا دہشت انگیز بُت ہے!

پارسی نے سرفرائس کو اشارے سے سمجھایا کہ خاموش رہے۔ اتنے میں اُنہیں ہندو فقیروں کی ایک ٹولی نظر آئی جن کے جسم پر ایک خاص قسم کی مٹی کی دھاریاں تھیں۔ اس کے علاوہ ان کے بدن اس قدر زخمی دکھائی دیتے تھے کہ ان سے خون کے قطرے بہ رہے تھے۔ اس عجیب و غریب حالت میں یہ فقیر کالی دیوی کے گرد ناچ رہے اور دیوانہ وار بڑی تیزی سے چکر لگا رہے تھے اور ساتھ ہی کچھ اشارے بھی کرتے جاتے تھے۔ ان کے بعد برہمنوں کی ایک ٹولی آئی۔ اُنہوں نے مشرقی وضع کا نہایت قیمتی لباس پہن رکھا تھا۔ وہ ایک عورت کو پکڑے ہوئے اپنے ساتھ لے جا رہے تھے۔ عورت کی یہ کیفیت تھی کہ چلتے وقت اس کا ہر قدم لڑکھڑا رہا تھا۔

عورت جوان تھی اور ایک یورپین عورت کی طرح

آواز سُنانی دیتی تھی اور اس کے ساتھ ہی جھانچ بھی بجا جاتی تھی۔ رجم کے پیچھے ایک خوفناک شکل نظر آئی جو اُوپنچے پہیوں والی رتھ پر بیٹھی ہوئی تھی پہیوں کے اُروں سے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ وہ سانپ ہیں جو ایک دوسرے سے پٹے ہوئے ہیں۔ اس رتھ کے آگے بیلوں کی دو جوڑیاں بختی ہوئی تھیں۔ بیل اعلیٰ ساز و سامان سے آراستہ دکھائی دیتے تھے۔

یہ خوفناک بُت چار بازوؤں والا تھا۔ اُس کی گھوڑے والی آنکھیں بڑی ڈراؤنی تھیں۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ زبان مُنہ سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ اس کے ہونٹ حنا اور پان سے سُرخ تھے اور اس کا جسم سیاہی مائل سُرخنی سے رنگا ہوا تھا۔ اس کے گلے میں انسانی کھوپڑیوں کا ایک لڑ تھا اور اس کی کمر کے گرد انسانی ہاتھوں کی ایک پیٹی تھی۔ یہ ہاتھ انسانی جسم سے علیحدہ کر لیے گئے تھے۔ یہ بُت ایک دیو قامت شکل کے درمیانی حصے پر جس کا کوئی سر نہ تھا سیدھا کھڑا کیا گیا تھا۔

سرفرائس نے اس بُت کو پہچان لیا۔ اُس نے بڑی دھیمی آواز میں کہا۔ یہ کالی Kali دیوی ہے

سرفرانس سے یہ لفظ سُن لیا تھا اور جونہی ہاتھی جلوس کی آنکھوں سے اوجھل ہو گیا، مسٹر فاگ نے دریافت کیا: یہ سستی ہے... مگر اس سستی کی حقیقت کیا ہے؟ "مسٹر فاگ! سستی ایک انسانی قربانی کی رسم کا نام ہے اور قربانی دینے والا اپنی مرضی سے جان قربان کرتا ہے۔ یہ نوجوان عورت جسے تم نے ابھی گزرتے دیکھا ہے۔ کل صبح طلوع آفتاب کے وقت زندہ جلائی جانے لگی۔"

"اس رسم کی بجائے آوری میں قربانی دینے والی عورت کی مرضی کا کوئی دخل نہیں، پارسی رہنمائے کہلا "نہیں یہ بات کیسے معلوم ہوئی؟ فاگ نے پوچھا "بندھیل کھنڈ (BUNDEL KHAND) میں ہر شخص سستی کی رسم کے پورے طور پر باخبر ہے، پارسی نے جواب دیا۔"

سرفرانس نے کہا: "معلوم ہوتا ہے کہ یہ غریب عورت اس رسم کے خلاف اپنی آواز بھی بلند نہیں کر سکتی۔"

"وہ اس رسم کے خلاف آواز کیسے بلند کر سکتی ہے۔ اسے بھنگ پلائی اور افیون کھلائی جاتی ہے۔"

اس کا رنگ سفید تھا۔ سر سے پیر تک اس کے جسم کا ہر حصہ قیمتی زیورات اور جواہرات سے مزین تھا۔ اس نے ہلکی ٹل کا لباس پہن رکھا تھا۔ اس کی لمبی قمیص حاشیے پر سنہری کام کی وجہ سے بڑی قیمتی اور خوبصورت معلوم ہوتی تھی۔ اس نوجوان عورت کے پیچھے محافظ دستے کے نوجوان جا رہے تھے۔ جو برہنہ خنجر وں اور لمبے پستولوں سے مسلح تھے۔ پستول ان کی کمر کی پیٹیوں میں ڈسے ہوئے تھے۔ یہ نوجوان ایک تختے پر لاش لے جا رہے تھے۔

یہ لاش ایک بوڑھے آدمی کی تھی جو قیمتی لباس میں ملبوس تھا۔ لاش کے پیچھے باجہ بجانے والے اور مذہبی دیوانے بڑے جوش سے نعرے لگا رہے تھے۔ یہ نعرے اس قدر بلند تھے کہ باجوں کی آواز ان میں گم ہو گئی تھی۔ اس طور پر یہ مانتی جلوس ختم ہو گیا۔

سرفرانس کرومارٹی نے اس جلوس کو بڑی افسردہ دل سے دیکھا۔ اس نے اپنے پارسی رہنما سے مخاطب ہو کر کہا: "یہ سستی کا واقعہ معلوم ہوتا ہے۔"

پارسی نے اس کے جواب میں اپنا سر ہلایا اور اپنے ہونٹوں پر انگلیاں رکھ لیں۔ فلیاس فاگ نے

ان دونوں چیزوں کے نشے سے اس کے ہوش کیسے قائم رہ سکتے ہیں؟ پارسی نے جواب دیا۔
 ”اب وہ اس عورت کو کہاں لے جا رہے ہیں؟
 فاگ نے پوچھا۔

”پلاجی PILLAGI کے مندر کو جو اس جگہ سے جہاں ہم ہیں قریباً دو میل کے فاصلے پر واقع ہے عورت رات بھر اس مندر میں ٹھہرے گی۔ اس کے بعد مقررہ وقت پر اسے زندہ جلا دیا جائے گا۔“
 ”اور زندہ جلانے کا وقت...؟“
 ”کل طلوع آفتاب کے وقت۔“

اس کے بعد پارسی اس جگہ گیا جہاں ہاتھنی کو چھپا کر باندھا گیا تھا۔ وہ ہاتھنی کی گردن پر اپنی جگہ بیٹھ گیا اور سفر پر روانہ ہونے کے لیے بالکل تیار تھا کہ مسٹر فاگ نے پارسی کو روک لیا اور سر فرانسس کرومارٹی سے کہا: ”کیا ہم اس عورت کو بچا نہیں سکتے؟“

”مسٹر فاگ! اس عورت کو ضرور بچانا چاہیے۔ جنرل نے ذرا بلند آواز سے کہا۔
 ”ہاں ہمیں اس عورت کو ضرور بچانا چاہیے میرے

پاس اب تک بارہ گھنٹے بچے ہوئے ہیں۔ میں انہیں اس مقصد پر صرف کر سکتا ہوں۔“
 ”میں یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تم ایک شریف اور ہمدرد انسان ہو جسے خدا نے ایسا دل عطا کیا ہے جس سے تم صحیح طور پر کام لینا جانتے ہو۔“ سر فرانسس نے کہا۔
 ”ہاں جب مجھے وقت ملے تو میں بعض اوقات اس سے اسی طرح کے کام لیا کرتا ہوں۔“ مسٹر فاگ نے خاموشی اور متانت سے جواب دیا۔

ساتواں باب

مردہ زندہ ہو گیا

نوجوان عورت کو بچانے کا خیال ایک اولو العزائم اور دلیرانہ جذبے پر مبنی تھا۔ اس خیال کو عملی جامہ پہنانے میں کئی مشکلات حائل تھیں اور بظاہر ناقابل عمل تھا۔ مسٹر فاگ اس مہم کو سر کرنے کے لیے جان یا کم سے کم اپنی آزادی کو خطرے میں ڈالنے اور کامیابی سے ہمکنار ہونے کی امید میں بازی لگا دینے پر آمادہ ہو گیا۔ اس نے ایک لمحہ کے لیے بھی تامل سے کام نہ لیا۔ سرفرانس کر ومارٹی کو وہ اپنا قابل قدر اور قابل اعتماد مددگار سمجھتا تھا۔ رہا پاسے پارٹوٹ، وہ ہر حالت میں اپنے آقا کا ساتھ دینے کے لیے تیار تھا۔ لیکن پارسی صداقت کی نسبت وہ کچھ کہہ نہیں سکتا تھا کہ اس معاملے میں وہ کیا طریق اختیار کرے گا۔

جب سرفرانس نے پارسی رہنما سے صاف اور واضح الفاظ میں اس کی رائے دریافت کی تو پارسی نے

جواب دیا: جنرل! میں پارسی ہوں۔ یہ عورت بھی پارسی ہے۔ میں اس مہم میں آپ کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوں۔

اس کے بعد پارسی نے مسٹر فاگ اور اس کے رفیق سرفرانس کو اس بد قسمت عورت کے متعلق انھیں یہ بتایا کہ یہ حسن و جمال کے اعتبار سے ایک امتیازی اور قابل رشک حیثیت رکھتی تھی۔ بیٹی کے ایک خوشحال اور امیر تاجر کی بیٹی تھی۔ باپ نے اسے انگریزی تعلیم دلوائی اور اس کی تربیت کا خاص طور پر خیال رکھا۔ عادات و اطوار اور مذاق کے اعتبار سے اس پر یورپین ہونے کا احتمال ہو سکتا تھا۔ اس کا نام اودا (Aouda) ہے۔ جب باپ کا سایہ ہمیشہ کے لیے اس کے سر سے اٹھ گیا تو وہ یتیم رہ گئی۔ جب اس نے جوانی میں قدم رکھا اور اس کے حسن کا چرچا ہوا تو بندھیل کھنڈ کے ایک بوڑھے راجہ سے اس کی شادی کر دی گئی۔ جس کے وہ بالکل خلاف تھی۔ یہ اس کی بد قسمتی تھی کہ شادی سے تین ماہ کے بعد اس کا سناگ جاتا رہا اور وہ بیوہ ہو گئی۔ اسے اپنے انجام کا علم تھا۔ اس لیے وہ راجہ کے محل

سے بھاگ نکلنے میں کامیاب ہو گئی لیکن راجہ کے رشتہ داروں نے جوستی کی شکل میں اس کی موت کے خواہاں تھے اُسے پھر پکڑ لیا اور اُسے ایسی رُوح فرسا مصیبتوں اور پریشانیوں میں مبتلا کیا کہ اس مرتبہ ان کی گرفت سے آزاد ہونے کی کوئی صورت نہیں پائی جاتی۔

اس درد انگیز کہانی نے مشرقاگ اور اس کے رفقاء کار کی قیاضانہ قرارداد کی ایسی تصدیق کر دی کہ وہ پہاڑ کی طرح اپنے ارادے پر قائم ہو گئے۔ آخر یہ طے پایا کہ پاری رہنا جہاں تک ممکن ہو انہیں پلاجی کے مندر کے قریب لے جائے۔

نصف گھنٹہ کے بعد وہ مندر سے قریباً ایک سو گز کے فاصلے پر گھنے درختوں میں ٹھہر گئے۔ سبز جھاڑیوں نے مندر کو ایسا گھیر رکھا تھا کہ وہ اس کی عمارت کو اچھی طرح دیکھ نہیں سکتے تھے۔ لیکن مندر کے پروتھوں اور پٹجاریوں کی چیخ پکار کی آواز انہیں صاف سنائی دیتی تھی۔ مشرقاگ اور اس کی پارلی نے پہلے اس امر کے متعلق مشورہ کر لینا ضروری سمجھا کہ انہیں کس طرح علی کارروائی شروع کرنی چاہیے۔ انہوں

نے غروب آفتاب تک انتظار کیا اور جب دیکھا کہ اب تاریکی چھا گئی ہے تو انہوں نے مندر کے ماحول سے آگاہ ہونے کا قطعی فیصلہ کر لیا۔ دوسری طرف جلوس کے آدمیوں نے مندر کے اندر شمعوں سے روشنی کا انتظام کر رکھا تھا۔ دروازوں پر برہنہ تلواروں کا پہرہ تھا اور غالباً مندر کے اندر پروتھ بھی نگرانی کا فرض انجام دے رہے تھے۔ پاری رہنا نے آگے جانا مناسب نہ سمجھا بلکہ اپنے ساتھیوں کو گھنے درختوں میں لے گیا۔ کیونکہ اسے مندر کے اندر جبراً داخل ہونے کی کوئی صورت نظر نہ آتی تھی۔ اس لیے وہ آدھی رات تک صبر سے انتظار کرتے رہے۔ انہیں اُمید تھی کہ مندر کے اندر جو آدمی بھنگ پی رہے تھے گہری نیند ان پر حملہ مستط ہو جائے گی۔

اس دوران میں پاسے پارلوٹ ایک درخت کی شاخوں پر بیٹھا ہوا اپنے داغ میں ایک منصوبہ تیار کر رہا تھا اور جب اس منصوبے کے تمام پہلو مکمل ہو گئے تو اسے بھلی کی روشنی کی طرح یہ منصوبہ روشن نظر آیا۔ اس نے اتنی دھیمی آواز میں جو سنائی نہیں دیتی تھی یہ کہنا شروع کر دیا اُسے تو یہ دیوانے کی جڑ لیکن

بازی لگا دینی چاہیے۔ اس کے بعد نسبتاً بلند آواز میں اس نے اپنے آپ سے کہا: کیوں نہیں؟ صرف یہی موقع ہے اور پھر اس قسم کے وحشی انسانوں سے بچے یہ ہیں.....

اس کے بعد پلے پارٹ ایک لفظ نہ بولا اور خاموش ہو گیا۔ وہ سانپ کی طرح درخت پر اپنی جگہ سے نیچے اتر آیا اور درخت کی پھلی شاخوں کی مدد سے زمین پر کھڑا ہو گیا۔ وقت آہستہ آہستہ گزر رہا تھا اور روشنی کی چند کرنوں سے معلوم ہو گیا کہ تھوڑی دیر کے بعد دن چڑھنے والا ہے۔ لیکن پھر بھی تاریکی چاروں طرف چھائی رہی تھی۔

نازک گھڑی آ پہنچی تھی۔ سوئے ہوئے ہجوم کے لیے یہ قیامت کی ساعت معلوم ہوتی تھی۔ بہت سی ٹولیاں بیدار ہو چکی تھیں۔ ڈھول بجنے شروع ہو گئے۔ نعرے لگانے اور گانے والے بھی سرگرم ہو گئے۔ مند کے دروازے کے گرد جو ہجوم تھا اس نے راستہ صاف کر دیا۔ اور نوجوان بد قسمت عورت جو افیون کے اثر کی وجہ سے بے ہوشی کی حالت میں تھی۔ ہندو فقیروں کی قطار میں سے گھیٹ کر لائی گئی۔ یہ فقیر عورت کے

ساتھ دیوانہ وار شور مچاتے اور نعرے لگاتے جلتے تھے۔ فلیاس اور اس کے ساتھی بھی نزدیک پہنچ گئے تھے مگر ہجوم سے ذرا دُور رہے۔ قریباً دو منٹوں میں سب دیا کے کنارے آ گئے۔ چتا پر راجہ کی لاش رکھ دی گئی۔ چتا سے پچاس گز کے فاصلے پر فلیاس اور اس کے ساتھی ٹھہر گئے۔ صبح کی تاریکی میں بھی وہ اس عورت کو دیکھ رہے تھے کہ اسے اپنے مرے ہوئے شوہر کے ساتھ جل مرنے کے لیے بٹھا دیا گیا ہے۔ اس پر بے کسی بے حسی اور مدہوشی کی کیفیت طاری تھی۔

چتا کو ایک روشن بٹی دکھائی گئی اور چونکہ اس کی لکڑیاں تیل سے تر تھیں اس لیے شعلے فوراً بھڑک اُٹھے۔ ابھی شعلے بلند نہیں ہوئے تھے کہ چتا سے دفعۃً ایک ہولناک منظر نے تمام ہجوم پر اس قدر دہشت اور خوف کی کیفیت طاری کر دی کہ ان کے چہرے زمین کے ساتھ لگ گئے۔ آخر انھوں نے دُتے دُتے سر اٹھا کر دیکھا کہ بوڑھا راجہ مرا نہیں بلکہ زندہ ہے۔ وہ اپنی نوجوان بیوی کو اپنے بازوؤں میں سے کر جلتی ہوئی چتا سے نیچے اتر آیا۔ اس کے چاروں طرف دھواں

تھا۔ ہجوم کو یقین ہو گیا کہ یہ کوئی رُوح ہے۔ فقیر گارڈ پروہت اور دوسرے لوگ اس رُوح کو دیکھ کر لرزہ بر اندام ہو رہے تھے۔ خوف نے انہیں اس قدر سراسیمہ کر دیا تھا کہ انہیں چتا کے نزدیک جانے اور آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی جرأت نہیں پڑتی تھی۔

مٹر فاگ اور سرفرانسس ابھی تک وہیں کھڑے تھے جہاں وہ چتا سے پچاس گز کے فاصلے پر ٹھہر گئے تھے۔ پارسی نے یہ واقعہ دیکھ کر اپنا سر جھبکا دیا۔ "مردہ راجہ" چتا سے زندہ ہو کر اس جگہ پہنچ گیا جہاں سرفرانسس اور مٹر فاگ پارسی رہنما کے ساتھ کھڑے ہوئے تھے۔ "مردہ راجہ کی رُوح" نے کہا۔ اب ہمیں فوراً روانہ ہو جانا چاہیئے۔ یہ رُوح پاسے پار ٹوٹ کی شکل میں نظر آئی۔ یہ پاسے پار ٹوٹ ہی تھا جس نے ہجوم کے ان غمناک تاثرات کو جو چتا کی لکڑیوں کو آگ لگانے اور ایک نوجوان حسینہ کو زندہ جلانے سے پیدا ہو گئے تھے اپنے لیے سنہری موقع خیال کیا۔ اس نے نوجوان عورت کو موت کے زبردست ہاتھ سے چھین لیا اور اپنا پارٹ ایسی دلیری اور ہوشیاری سے ادا کیا کہ وہ خوبصورت بیوہ کو اٹھا کر دہشت زدہ ہجوم میں سے لے گیا اور

کسی کو اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھنے کی ہمت نہ پڑی۔ چاروں مسافر ایک لمحہ کے اندر جنگل میں غائب ہو گئے اور ہاتھی بھی پوری رفتار کے ساتھ انہیں دُور لے گیا۔

لیکن اس کے بعد جلد مندر کے پروہتوں اور ان کے ساتھیوں نے چلانا اور شور مچانا شروع کر دیا۔ ان کے ایک آدمی نے ہاتھی پر جانے والوں کی طرف فائر کیا۔ اور ایک گولی مٹر فاگ کے ہیٹ میں سے نکل گئی۔ مندر والوں کو معلوم ہو گیا تھا کہ یہ سب کارروائی متوفی راجہ کی حسین بیوہ کو لے جانے کے لیے کی گئی ہے۔ کیونکہ انہوں نے چتا کے شعلوں میں راجہ کی لاش کو جلتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ غصے اور انتقام کے جوش میں وہ پوری تیزی سے جنگل کی طرف دوڑے۔ انہوں نے اپنے حریفوں کی طرف گولیاں بھی چلائیں اور تیر بھی چلائے۔ مگر انہیں کامیابی نہ ہوئی۔ کیونکہ ان کے حریف گولیوں اور تیروں کی زد سے بہت دُور آگے نکل گئے تھے۔

چاروں مسافروں اور بالخصوص پاسے پارا ٹوٹ کو اس بات کی قدرتی طور پر خوشی تھی کہ وہ اپنی مهم

پر بھنگ کے استعمال سے انسان کو زیادہ نقصان نہیں پہنچتا لیکن اس نے فلیس فاگ سے کہہ دیا کہ گو مجھے اودہ کی صحت کے متعلق کوئی پریشانی نہیں ہے، لیکن جو بات میرے نزدیک خاص توجہ کے قابل ہے وہ اس کا مستقبل ہے۔ کیونکہ اگر وہ ہندوستان میں رہی تو وہ یقیناً گرفتار ہو جائے گی اور خون ناک طریقے سے موت کے گھاٹ اُتار دی جائے گی۔

فاگ نے جواب دیا کہ میں اس بات پر غور کروں گا کہ اس کے متعلق کوئی ایسی تدبیر اختیار کی جائے جو اس کے لیے بہتر ثابت ہو۔ جب وہ شیش پر پہنچے تو نوجوان بیوہ کو ویننگ روم میں لے گئے۔ جہاں بندرتج اس کے گم شدہ حواس اعتدال پر آنے شروع ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد اس کی آنکھوں میں چمک پیدا ہو گئی۔ ایسی چمک جو ہندوستانی عورت کے جاذبِ نظر حسن کا منظر ہے۔ فاگ نے اپنے فرانسیسی نوکر کو لباس کی ایسی چیزیں خریدنے کے لیے روانہ کر دیا جو اودہ کے لیے ضروری تھیں اور چونکہ اس معاملے میں فاگ نے اسے خود مختار قرار دے دیا تھا اس لیے جب وہ لباس کی سوزوں چیزیں خرید کر واپس پہنچا تو بڑا خوش نظر

میں کامیاب رہے۔ نوجوان بیوہ کو پتہ سے صحیح سلامت اٹھا کر لے جانا بلاشبہ ایک حیرت انگیز جانبازانہ اقدام تھا۔ اس کامیابی کا سہرا پاسے پارا ٹوٹ کے سر رہا۔ نوجوان بیوہ ابھی تک ہوش میں نہیں آئی تھی۔ اسے کچھ خبر نہ تھی کہ اس کے ساتھ کیا گزری ہے۔ ایک سفری غایبچے میں پٹی ہوئی تھی اسے ہودے میں پٹھا دیا گیا تھا۔ اس دوران پارسی ہاتھی کو جنگل میں تیزی سے لے جا رہا تھا۔ جنگل میں ابھی تک تاریکی چھائی ہوئی تھی اس نے بھی پارسی نے مسٹر فاگ کو اطلاع دی کہ وہ ریلوے آبادیشن کے قریب پہنچ رہے ہیں۔ وہاں سے کوئی ہولی لائن کا راستہ پھر شروع ہو گیا اور چونکہ ریل گاڑی الہ آباد سے کھلتے کا سفر قریباً چوبیس گھنٹوں میں طے کرتی ہے مسٹر فاگ کو معلوم ہو گیا کہ وہ اس شہر پر سوار ہونے کے لیے وقت پر پہنچ جائے گا جو دوسرے دن ۲۵ اکتوبر کو دوپہر کے وقت ہانگ کانگ روانہ ہونے والا تھا۔ اور صرف یہی جہاز تھا جو کچھ دنوں تک سمندر کی سینہ نشینی کرتا رہے گا۔

اودہ ابھی تک بیہوش تھی۔ لیکن سرفرائیس کو اس کے متعلق کوئی تشویش نہ تھی۔ وہ جانتا تھا کہ عام طور

فاگ نے پارسی سے کہا: تم نے ایک شہریت اور
مخلص نوکر کی طرح میری خدمت کے متعلقہ فرائض انجام
دیئے ہیں۔ میں تمہیں تمہاری خدمت کا معاوضہ ادا کر
چکا ہوں۔ لیکن تمہارے غلوں کا معاوضہ مجھے ادا کرنا
ہے۔ کیا تم یہ ہاتھی لینا پسند کرو گے۔ اگر تمہیں یہ ہاتھی
پسند ہے تو اب یہ تمہارا ہے۔ پارسی کی آنکھیں اس
عطیہ سے خوشی کے مارے چمک اٹھیں۔

”جناب والا! آپ نے مجھے دولت سے مالا مال کر
دیا ہے۔ پارسی نے جواب دیا۔

”یہ ہاتھی تمہیں مبارک ہو۔ میں پھر بھی تمہارا احسانمند
رہوں گا۔“ مسٹر فاگ نے کہا۔

تختوری دیر کے بعد فلیاس فاگ، سرفرانس کروملرٹی
اور پاسے پارٹوٹ ٹرین کے ایک آرام دہ کمرے میں
بیٹھ گئے۔ اودہ کمرے کی بہترین جگہ پر بیٹھی ہوئی تھی۔
تین پوری رفتار کے ساتھ بنارس جا رہی تھی جہاں وہ
قریباً دو گھنٹوں میں پہنچ گئے۔

سفر کے اس حصے کے دوران بھنگ کے اثر سے
اودہ کے جو حواس متزل ہو چکے تھے وہ اب اعتدال پر
آ گئے۔ بھنگ کا اثر زائل ہو چکا تھا۔ اس نے جب

آتا تھا۔
حکومت کی ٹرین اب روانہ ہونے والی تھی اور پارسی
رہتا اس انتظار میں تھا کہ اسے اس کی خدمات کا معاوضہ
ادا کیا جائے۔ مسٹر فاگ نے جن شرائط پر ان کی خدمات
حاصل کی تھیں ان کے مطابق اسے رقم ادا کر دی اور
ایک فارڈنگ FARTHING (قلیل ترین رقم کا انگریزی
نکتہ) کا بھی اس میں اضافہ نہ کیا۔ فرانسیسی نوکر اپنے
آقا کی اس کارروائی سے حیران رہ گیا۔ کیونکہ وہ جانتا
تھا کہ اس کا آقا نہ صرف پارسی کی مخلصانہ خدمت کے
لیے اس کا زیر بار احسان ہے بلکہ پارسی نے اودہ کی
موت کے سبب بچانے کے لیے رضا کارانہ طور پر
اپنی جان خطرے میں ڈالی۔ اگر کسی وقت ہندوؤں کو
یہ معلوم ہو گیا کہ اودہ کے بچانے میں وہ بھی شریک
رہا تو اسے ان کے انتقام سے بچنے میں بڑی دشواری
پیش آئے گی۔ کیونکہ ہاتھی، کا معاملہ بجائے خود ایک
اہم سوال تھا کہ یہ کیسے حل کیا جائے۔ جو جانور اس
دو ہزار پاؤنڈ کی قیمت سے خریدا تھا اب اس کا کیا
کیا جائے۔ لیکن فلیاس فاگ اس معاملے کو پہلے ہی
کر چکا تھا۔

سرفرانسس کے زیرِ کمان تھی اس نے شہر سے چند میل کے فاصلے پر جانب شمال اپنا کیمپ لگا رکھا تھا۔ جنرل اپنے دوست فلیاس سے رخصت ہوا۔ اس کی کامیابی کے لیے دُعا مانگی اور اُمید ظاہر کی کہ آئندہ وہ اپنے سفر کا سلسلہ مادی فوائد کے پیشِ نظر جاری رکھے گا۔ اس کے بعد دونوں ایک دوسرے سے رخصت ہو گئے۔

دوسرے دن صبح ۷ بجے ٹرین کلکتہ پہنچ گئی۔ چونکہ ہانگ کانگ جانے والا جہاز دوپہر کو روانہ ہونے والا تھا اس لیے فلیاس فاگ کے پاس ابھی پہنچ گھنٹے باقی تھے۔ اس کے اندازے کے مطابق اسے لندن سے روانہ ہونے کے بعد تیلٹیسویں دن یعنی ۲۵ اکتوبر کو ہندوستان کے دارالحکومت میں پہنچ جانا چاہیے۔ آج اکتوبر کی پچیس تاریخ ہے۔ اس حساب سے اس نے اب تک نہ تو اپنے اس سفر میں کچھ وقت بچایا اور نہ کھریا۔ یہ سمجھ ہے کہ اس نے وہ دو دن کھو دیئے جو اس نے لندن اور بمبئی کے درمیانی سفر میں بچائے تھے۔ لیکن اس نے وقت کے اس نقصان کو زیادہ محسوس نہیں کیا۔

یہ دیکھا کہ میں یورپین لباس پہن کر ٹرین میں بیٹھی ہوئی ہوں اور تین اجنبی مسافر میرے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں تو وہ حیران رہ گئی۔ جب سرفرانسس نے اسے تمام قصہ سنایا کہ کس طرح اسے ایک خوف ناک موت سے بچانے کے لیے خاص تدابیر اختیار کی گئیں تو اس نے دلی خلوص سے اپنے بچاؤ کرنے والوں کا شکریہ ادا کیا۔ شکریہ کے زبانی الفاظ کی بہ نسبت اس کی خوشی کے آنسو اس کے دلی جذبات کی زیادہ عکاسی کر رہے تھے۔ لیکن جب اس نے ہندو بیوہ کی حیثیت سے سستی ہونے کے معاملے پر غور کیا تو ڈر کے مارے وہ لرزہ بر اندام ہو گئی۔ فلیاس اس کی طرف دیکھ رہا تھا کہ اس کے دل میں کیا خیال گزر رہا ہے۔ اس نے اودھ کو تسلی دی اور بڑے ٹھنڈے دل سے یہ تجویز پیش کی کہ میں تمہیں اپنے ساتھ ہانگ کانگ لے جاؤں گا جہاں تم اس وقت تک آرام و اطمینان کے ساتھ رہو گی۔ جب تک کہ اس واقعہ کی یاد لوگوں کے دلوں سے محو نہ ہو جائے۔

ساڑھے بارہ بجے ٹرین بنارس پہنچ گئی۔ یہاں سرفرانسس کرومارٹی مسٹر فاگ سے رخصت ہو گئے۔ جو فون

آٹھواں باب

عدالت کا فیصلہ

ٹرین کلکتہ اسٹیشن پر پہنچ گئی۔ پاسے پارٹوٹ سب سے پہلے کمرے سے نکلا۔ اس کے بعد مسٹر فاگ نے اودھ کو اترنے میں مدد دی۔ فلیاس کا ارادہ تھا، کہ پہلے سیدھا ہانگ کانگ جانے والے جہاز پر جائے تاکہ اودھ کو وہاں آرام کی جگہ مل جائے۔ وہ نہیں چاہتا تھا کہ اودھ کو ایک ایسے ملک میں چھوڑ جائے جہاں اس کی سلامتی خطرے میں تھی۔

مسٹر فاگ اسٹیشن سے باہر جانے ہی والا تھا کہ ایک پولیس کا سپاہی اس کے پاس آیا اور اس نے کہا: "میرا خیال ہے مسٹر فلیاس فاگ آپ ہی ہیں؟" "جی ہاں فلیاس فاگ میں ہی ہوں" مسٹر فاگ نے

جواب دیا۔

"اور یہ شخص آپ کا نوکر ہے؟ پولیس کے سپاہی نے پاسے پارٹوٹ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں۔"

"تو پھر براہ کرم آپ دونوں میرے ساتھ چلیے۔" مسٹر فاگ نے جو اپنی حیرانی کا اظہار کیے بغیر نہ رہ سکا پولیس کے سپاہی سے دریافت کیا "اور یہ نوجوان خاتون ہمارے ساتھ روانہ ہو سکتی ہے؟" "خاتون آپ کے ساتھ جا سکتی ہے۔" پولیس میں نے جواب دیا۔

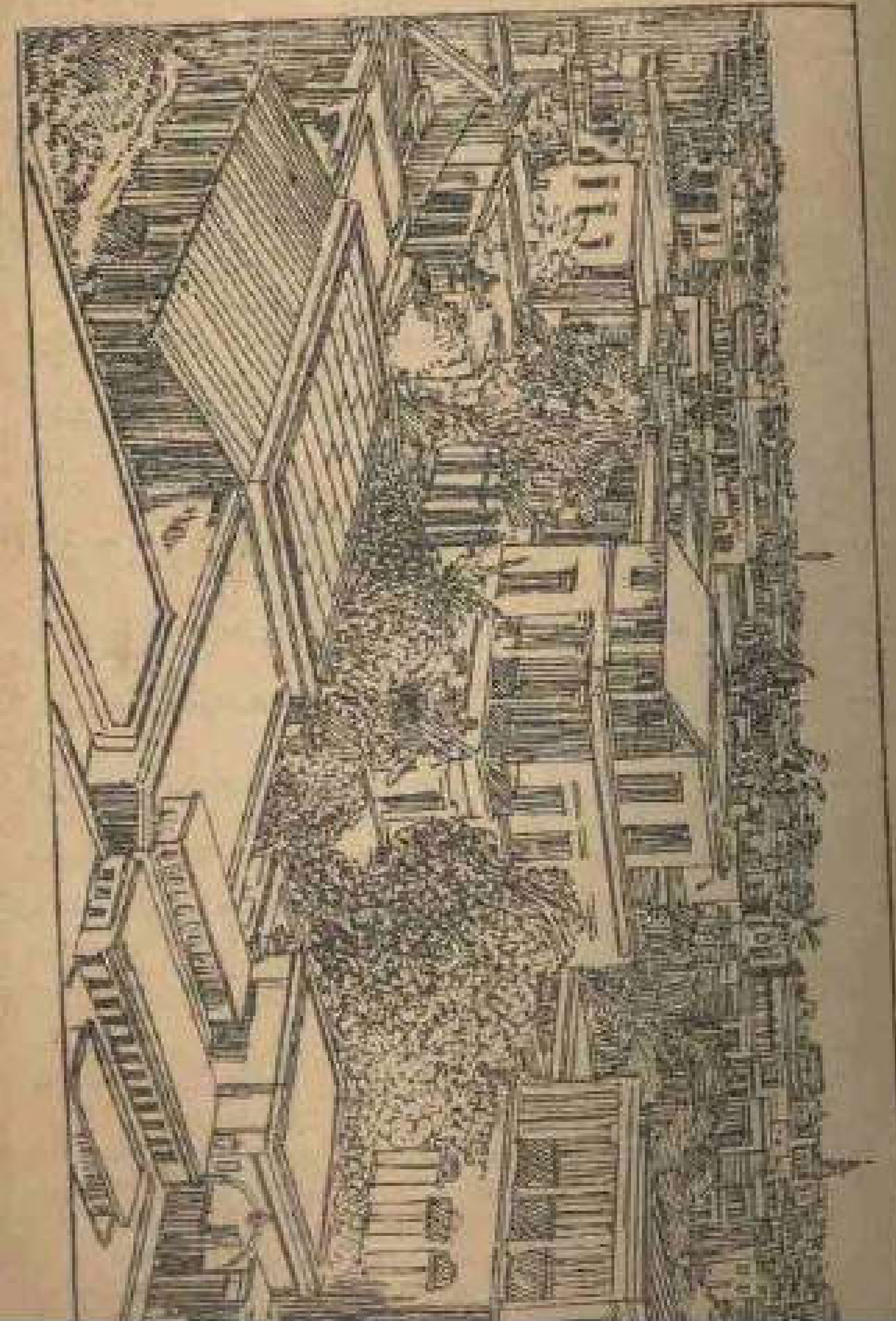
اس کے بعد پولیس میں تینوں کو چار پہیوں والی "پالکی گاڑی" میں سوار کرایا۔ اس گاڑی کے آگے دو گھوڑے بٹختے ہوئے تھے۔ گاڑی بیس منٹ تک چلتی رہی۔ اس دوران کسی شخص نے بات تک نہ کی۔ گاڑی ایک سادہ مکان کے سامنے ٹھہر گئی مگر یہ مکان بظاہر پرائیویٹ نوعیت کا نہ تھا۔ پولیس میں نے اپنے قیدیوں کو گاڑی سے اترنے کی ہدایت کی۔ کیونکہ اب وہ قیدی کی حیثیت سے لائے گئے تھے۔ پولیس میں انہیں ایک کمرے میں لے گیا جس کی کھڑکیوں میں سلاخیں لگی ہوئی تھیں اور ان سے کہا "ساڑھے آٹھ بجے آپ کو جج ابادیہ JUDGE OBADIAH کے سامنے پیش کیا جائے گا۔" اس کے بعد پولیس میں کمرے کے دروازے کو بند کر کے چلا گیا۔

پاسے پارٹوٹ کرسی پر ایک غمزہ اور یاس انگیز
آواز میں بولا: ہم یہاں قید ہو گئے ہیں اور جہاز دوپہر
کو روانہ ہونے والا ہے:

فاگ نے خاموشی کے ساتھ کہا: ہم بارہ سے پہلے
جہاز پر سوار ہو جائیں گے۔

سارے آٹھ بچے کمرے کا دروازہ کھلا اور پولیس مین
قیدیوں کو ایک ساتھ کے کمرے میں لے گیا۔ یہ عدالت
کا کمرہ تھا جہاں دونوں یورپین اور ہندوستانی موجود تھے۔
مسٹر فاگ، اورہ اور پاسے پارٹوٹ اس ڈسک کے
بالمقابل ایک بیچ پر بیٹھ گئے جو جج اور اس کے کلرک
کے لیے مخصوص تھی۔ جج ابادیہ گول چہرے کا ایک مضبوط
اور بھرے ہوئے جسم کا آدمی تھا۔ قیدیوں کے بیٹھتے ہی
جج بھی اپنے کلرک کے ہمراہ کمرے میں داخل ہوا۔ اس
نے سر پر "وگ" wig کو رکھتے ہی بلند آواز سے کہا
"پہلا مقدمہ!" کلرک نے فلیپس فاگ کو آواز دی۔ مسٹر
فاگ جج کے سامنے کھڑا ہو گیا اور اسی طرح پاسے
پارٹوٹ بھی۔

جج ابادیہ نے قیدی ملازموں کی طرف مخاطب ہو کر کہا
"ہم گزشتہ دو دنوں سے تمہاری تلاش میں مبینہ کی تمام



ٹریوں کی دیکھ بھال کرتے رہے ہیں۔
 پاسے پارٹوٹ نے بے تابانہ لہجے میں عدالت سے
 دریافت کیا ”ہم پر کیا الزام لگایا گیا ہے؟“
 ”تھیں ابھی معلوم ہو جائے گا۔“ جج نے جواب دیا۔
 جج نے حکم دیا کہ مستفیض پیش کیے جائیں۔ اس پر
 ایک دروازہ کھولا گیا اور تین ہندو مذہبی پیشوا جج کے
 سامنے حاضر ہوئے۔

پاسے پارٹوٹ نے مذہبی پیشواؤں کو دیکھتے ہی دہی
 ہوئی آواز میں کہا ”اچھا یہ وہی بدعاش ہیں جنہوں نے
 ہماری نوجوان خاتون کو زندہ جلانا چاہا۔ مذہبی پیشوا مجسٹریٹ
 کے سامنے سیدھے کھڑے ہوئے تھے اور کلرک نے
 مسٹر فاگ اور اس کے نوکر پر یہ الزام لائد کیا کہ انہوں
 نے ایک ایسے مقدس مقام کی بے حرمتی کی ہے جہاں
 شوجی کی پوجا کی جاتی ہے۔“

جب جج نے ملزم (فاگ) سے دریافت کیا ”کیا تم
 نے الزام کو سن لیا ہے؟“ تو مسٹر فاگ نے اپنی گھڑی
 کو دیکھ کر جواب دیا ”میں نے الزام سن لیا ہے اور میں
 اس کو تسلیم کرتا ہوں۔“ کلرک نے ڈسک پر ٹبٹیاں رکھتے
 ہوئے کہا کہ ایک ملزم کے خلاف اس کے یہ جوتے

بطور شہادت پیش کیئے گئے ہیں۔ ملزم یہ جوتے پہن کر
 مندر میں داخل ہوا اور اس نے مندر کی بے حرمتی کی۔
 پاسے پارٹوٹ نے جوتے دیکھ کر بلند آواز سے کہا ”یہ
 جوتے!“ وہ اپنے جوتے دیکھ کر اس قدر حیران ہوا کہ
 اس نے یہ محسوس ہی نہیں کیا کہ وہ اپنی مرضی کے
 خلاف اپنے مجرم کا اعتراف کر رہا ہے۔

آقا اور نوکر دونوں کی بدحواسی کا اندازہ اس امر
 سے ہو سکتا ہے کہ وہ کمرۂ عدالت میں یہ واقعہ قبول
 ہی گئے کہ پاسے پارٹوٹ بمبئی کے ایک مندر میں لائے
 اور بے اعتباری کی وجہ سے جوتوں سمیت داخل ہو گیا
 اور اس اعتبار سے وہ مندر کی بے حرمتی کے مجرم کا
 مرتکب ہوا اور اسی مجرم کی بنا پر وہ کلکتہ کی عدالت
 کے سامنے پیش کیے گئے۔

بمبئی کے مندر سے پاسے پارٹوٹ کے فرار سے
 فکس سٹراخ رساں کو فائدہ اٹھانے کا موقع مل گیا تھا۔
 اور بارہ گھنٹے کے لیے اس کی روانگی کو معرض تاخیر
 میں ڈال کر اس نے مالا بارہل کے مندر کے پروہتوں
 سے براہ راست تعلق قائم کر لیا تھا۔ اسے اس بات کا
 علم تھا کہ انگریز حکام ہندوستان کے مقدس مقامات

نے فاگ کو نوکر اور ایک خاتون کے ساتھ گاڑی سے اترتے دیکھ لیا۔ وہ حیران تھا کہ یہ نوجوان عورت کیوں اس کے ساتھ ہے؟ وہ اسی وقت ایک پولیس مین کے پاس پہنچا جس نے انہیں گرفتار کر کے بیچ کے سامنے پیش کر دیا۔

”کیا تم ان واقعات کو تسلیم کرتے ہوئے جو الزام تم پر عائد کیا گیا ہے اس کا اعتراف کرتے ہو؟“

بیچ نے فاگ سے دریافت کیا۔

”میں اعتراف کرتا ہوں کہ یہ الزام صحیح ہے۔“

فاگ نے سر دھری سے جواب دیا۔

بیچ نے کہا کہ انگریزی قانون بغیر کسی امتیاز کے ہندوستان کے تمام مذاہب کا یکساں طور پر محافظ ہے اور حفاظت کے سلسلے میں سختی سے کام لیتا ہے۔

چونکہ شہادت کی بنا پر یہ ثابت ہو گیا ہے کہ ملزم پاسے پارٹوٹ ۲۰ اکتوبر کے روز ملا بارہل کے مندر کی بے حرمتی کے جرم کا مرتکب ہوا ہے۔ اس لیے اسے پندرہ دن کی قید اور تین ہزار روپے جرمانہ کی سزا دی جاتی ہے۔ دوسرے ملزم فاگ کے بارے میں بیچ نے اپنا یہ فیصلہ سنایا کہ ملزم کی نسبت قطعی

کی بے حرمتی کرنے والوں کو سخت سزا دیتے ہیں۔ اس نے ان پر دہتوں سے وعدہ کیا کہ عدالت انہیں کافی ہرجانہ دلا دے گی۔ اسی بنا پر اس نے مندر کی بے حرمتی کرنے والوں کا تعاقب کرنے کے لیے مندر کے پر دہتوں کو دوسری ٹرین میں کھینچ کر روانہ کر دیا۔

فاگ اور اس کا نوکر ابھی ہندوستان کے دارالحکومت میں نہیں پہنچے تھے کہ فکس اور مندر کے پر دہت کھینچ گئے۔ انہیں نوجوان بیوہ کو بچانے کی وجہ سے دیر ہو گئی تھی اور بیچ کو چونکہ پہلے ہی بذریعہ تار اطلاع مل چکی تھی۔ اس لیے جب فاگ اور اس کا نوکر ٹرین سے نیچے اترے تو اس نے ان کی فوری گرفتاری کے احکام جاری کر رکھے تھے۔

جب فکس کو یہ معلوم ہوا کہ فاگ ابھی کھینچے نہیں پہنچا تو اسے سخت مایوسی ہوئی۔ اس کے دل میں قدرتی طور پر یہ خیال پیدا ہوا کہ فاگ کسی درمیانی اسٹیشن پر اتر گیا ہے اور گرفتاری سے بچنے کے لیے ہندوستان کے کسی شمالی صوبے میں چلا گیا ہے۔ بمبئی، غرناہ، شدید پریشانی کی حالت میں اسٹیشن کے ہجوم کو غور سے دیکھتا رہا۔ آخر اس کی پریشانی کا خاتمہ ہو گیا۔ اس

طور پر یہ ثابت نہیں ہوتا کہ بے محنتی کا فعل آقا کے اشارے سے کیا گیا ہے تاہم اس پر اپنے نوکر کے افعال کی ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس لیے ملزم فلیاس فاگ کو آٹھ دن کی قید اور پندرہ سو روپے جرمانہ کی سزا دی جاتی ہے۔

عدالت کا کلرک دوسرے مقدمے کی کارروائی شروع کرنے ہی والا تھا کہ مسٹر فاگ نے عدالت سے درخواست کی۔ جناب والا! میں ضمانت دینے کے لیے تیار ہوں۔ "تھیں ضمانت دینے کا حق حاصل ہے" جج نے جواب دیا۔

فلکس عدالت کے کمرے کے ایک کونے میں بیٹھا ہوا عدالتی کارروائی کو بڑی دلچسپی اور اطمینان سے دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ اسے یہ امید تھی کہ اگر فاگ اور اس کا نوکر آٹھ دن کے لیے بھی جیل میں رہے تو اس وقت تک انگلستان سے فاگ کی گرفتاری کا وارنٹ پہنچ جائے گا۔ اور جب اس نے جج کو یہ کہتے سنا کہ چونکہ فلیاس فاگ اور اس کا نوکر اجنبی لوگ ہیں اس لیے انھیں دس دس ہزار کی ضمانت دینی پڑے گی تو فلکس کو اور زیادہ اطمینان ہو گیا۔

مسٹر فاگ نے ضمانت کا محکمہ سن کر اپنے نوکر سے تحیلہ لیا اور دس دس ہزار کے نوٹ نکال کر کلرک کی ڈسک پر رکھ دیئے۔ اس پر جج نے کہا کہ جب تم جیل سے نکلو گے تو یہ رقم تمہیں واپس کر دی جائے گی۔ اس دوران میں تم ضمانت پر رہا ہو۔ مسٹر فاگ نے ایک گاڑی لی جس میں اودہ اور پاسے پارٹوٹ بھی بیٹھ گئے۔ جب گاڑی بندرگاہ کی غردی پر پہنچی تو اس وقت گیارہ بج رہے تھے فلکس بھی سائے کی طرح ان کے پیچھے لگ گیا۔ نصف میل کے فاصلے پر جہاز "رنگون" کا فیلڈ جھنڈا اترانا نظر آیا۔ مسٹر فاگ کے پاس ابھی ایک گھنٹے کا وقت تھا اس نے فوراً کرایہ کی ایک کشتی لی۔ تینوں اس میں سوار ہو گئے۔ فلکس نے جب یہ دیکھا کہ اس کا شکار لاکھڑے سے نکلا جا رہا ہے تو اس نے غصے کی حالت میں اپنے پاؤں زمین پر دے مارے اور بولا "بد معاش! اب وہ یہاں سے بھاگ رہا ہے۔ اس نے دو ہزار پائونڈ کی رقم ضائع کر دی ہے۔ وہ ایک چور کی طرح بے تحاشا روپیہ خرچ کر رہا ہے۔ لیکن وہ مجھے کیا سمجھا ہے۔ اگر ضرورت پڑی

نواں باب

ابلیس کا حرکت

پی اینڈ او کمپنی کے سٹیمر "رنگون" کا سفر ہندوستان
INDIA چین CHINA اور جاپان JAPAN کے
بھری علاقوں تک محدود تھا۔ سمندر کی ہوا اس سفر کے
پیسے حقے کے موافق رہی۔ سٹیمر اپنی پوری رفتار کے
ساتھ آبنائے STRAITS OF MALACCA کی طرف
جا رہا تھا۔ اسی آبنائے سے رنگون بحیرہ چین CHINA
SEA میں داخل ہوگا۔ ناگ کے عزائم نے فلس کو
نش و پنج میں ڈال رکھا تھا۔ اس نے بھی پاسے پارٹوٹ
سے نظر بچاتے ہوئے جہاز "رنگون" میں سوار ہونے
کا بندوبست کر لیا۔ اس کا منشا یہ تھا کہ ناگ کے
فرانسیسی نوکر کو اس وقت تک اس کی موجودگی کا
علم نہ ہو جب تک جہاز منزل مقصود تک نہ پہنچ جائے
فلس نے اپنے اس پروگرام کے پیش نظر بندہ میں
متعلقہ افسروں کو یہ ہدایت کی تھی کہ جب لندن سے
ناگ کی گرفتاری کا وارنٹ پہنچے تو اسے جس قدر

تو میں دنیا کے آخری سرے تک اس کا پیچھا نہیں
چھوڑوں گا۔ لیکن جس رفتار سے وہ چرایا ہوا روپیہ
خرچ کر رہا ہے وہ بہت جلد ختم ہو جائے گا۔
یہ امر واقعہ ہے کہ اس وقت تک فلیس ناگ بارہ
ہزار پاؤنڈ سے زیادہ رقم خرچ کر چکا تھا اور
جو رقم وہ لندن سے لایا تھا وہ روز بروز کم
ہوتی جا رہی تھی۔

پڑے گی۔ جس سے لازمی طور پر معاملہ طویل پکڑ جائے گا۔
معاملے کی اس طوالت سے یہ نایکار فائدہ اٹھائیں گے اور
پھر ان پر اس کا کوئی بس نہیں چلے گا۔

لیکن فکس نے اپنے منصوبے کو عملی جامہ پہنانے
کے لیے بھی مناسب سمجھا کہ ہانگ کانگ میں "رنگون"
کے پہنچنے پر بھروسہ نہ کیا جائے۔ کیونکہ وہ مسٹر
فاگ کی اس عجیب عادت سے جس سے اس کو
تکلیف پہنچی تھی بے خبر نہ تھا کہ جب اس کا جی
چاہتا ہے تو وہ ایک جہاز کو چھوڑ کر دوسرے جہاز
میں سوار ہو جاتا ہے اور جب وہ کوئی تدبیر اختیار
کرتا ہے تو فاگ اس کی آنکھوں سے غائب ہو
جاتا ہے۔

فکس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ انگریز حکام کو فاگ
کی نقل و حرکت سے آگاہ کر دے اور قبل اس کے
کہ فاگ جہاز سے اترے انہیں سنگا پور میں جہاز "رنگون"
کے پہنچنے کی اطلاع دے دے۔ یہ بات فکس کے لیے
آسان تھی کیونکہ جہاز صرف چند گھنٹوں کے لیے سنگا پور
میں ٹھہرے گا۔ سنگا پور اور ہانگ کانگ کے درمیان
برقی پیغام رسانی کا سلسلہ قائم ہے۔ فکس نے آخری

جلد ممکن ہو ہانگ کانگ بھیج دیا جائے۔ فکس اب
اس سوچ میں پڑا ہوا تھا کہ ایسی صورت میں کہ
پاسے پار ٹوٹ نے اسے ممبئی میں دیکھا تھا وہ کوئی
ایسی بات بنائے کہ فاگ کے فرانسیسی نوکر کے دل
میں کسی قسم کا شبہ یا بدگمانی پیدا نہ ہو لیکن حالات
اور واقعات نے کچھ ایسا رخ پلٹا کہ اسے فاگ
کے اس قابل اعتبار نوکر پر اپنا رنگ جمانے کا
موقعہ مل گیا جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہو جائے گا۔

فکس کی تمام امیدیں اور آرزوئیں ہانگ کانگ
پر مرکوز تھیں۔ کیونکہ برطانیہ کا یہی وہ آخری علاقہ ہے
جس کے راستے سے جہاز دوسرے ملکوں کو جاتے ہیں
سنگا پور میں جہاز بہت تھوڑی دیر کے لیے ٹھہرتا
ہے اس لیے وہاں فاگ کے خلاف کوئی کارروائی
نہیں ہو سکتی۔ فاگ اگر گرفتار کیا جاسکتا ہے، تو
ہانگ کانگ ہی میں۔ مگر اسے رساں کے دل میں یہ
خیال بھی گزرا کہ چین، جاپان یا امریکہ AMERICA کی
حکومتیں فاگ اور اس کے ساتھیوں کو پناہ دینے
میں تامل نہیں کریں گی۔ ان حکومتوں سے ایسے سیاہ
پناہ گزینوں کی حوالگی کے لیے قانونی کارروائی کرنی

تم یہاں کیسے آئے؟ میں تمہیں بہتی میں چھوڑ آیا تھا۔
اور اب تم ہانگ کانگ جا رہے ہو۔ کیا تم بھی دنیا
کے گرد چکر لگا رہے ہو؟

”نہیں نہیں میرا اس چکر سے کیا واسطہ؟ میں ہانگ
کانگ میں صرف چند دن ٹھہروں گا۔ فلکس نے جواب دیا۔
پاسے پارٹوٹ کے لیے یہ ناگہانی ملاقات ممتہ بن
گئی تھی۔ اس نے فلکس سے دریافت کیا: لیکن یہ کیا
معاملہ ہے جب سے ہم کلکتے سے روانہ ہوئے ہیں
میں نے تمہیں جہاز میں نہیں دیکھا؟

”مسٹر پاسے پارٹوٹ! تم مجھے کیسے دیکھتے۔ میں
جہاز میں داخل ہوتے ہی بیمار پڑ گیا اور اپنی کیسین
سے باہر نہیں نکلا۔ خلیج بنگال کی طوفانی ہواؤں کی وجہ
سے میری طبیعت ٹھیک نہ رہی۔ بھر ہند میں مجھے
کوئی تکلیف نہیں ہوئی اور سناؤ تمہارے آقا کیسے ہیں؟
”اسی طرح خوش باش اور باقاعدہ جیسے کہ وہ ہمیشہ
رہے ہیں۔ وہ اپنے ٹائم میبل کے مطابق وقت سے
ایک دن بھی پیچھے نہیں رہے۔ مسٹر فلکس کیا تم جانتے
ہو کہ ایک نوجوان خاتون بھی ہمارے ساتھ ہے۔
سراغ رسان نے اس انداز سے کہ وہ پاسے پارٹوٹ

چارہ کار کے طور پر کسی عملی کارروائی سے پہلے اس
بات کا ارادہ کر لیا کہ پاسے پارٹوٹ سے گفتگو کی
جاتے۔ اس سے گفتگو کرنے میں فلکس کو کوئی وقت
پیش نہیں آئے گی۔ اسے اس بات کا خاص طور پر
خیال تھا کہ کہیں یہ موقعہ ہاتھ سے نہ نکل جائے۔ وہ
مشرقاگ کے نوکر سے ملنے کے لیے تیار ہو گیا۔ اسے یہ
بھی محسوس ہو رہا تھا کہ یہ ایک خطرناک اقدام ہے
کیونکہ اگر اس نے اپنے مالک کو ذرا بھی اشارہ
کر دیا تو اس کا سارا پروگرام تھپٹ ہو جائے گا۔
فلکس کے لیے ۳۱ اکتوبر کا دن خاص اہمیت
رکھتا تھا۔ دوسرے دن ”رنگون“ سنگاپور پہنچنے والا تھا۔
فلکس اپنی ”کیسین“ سے نکل کر جہاز کے عرسے پر چلا
گیا۔ وہ اس انداز سے پاسے پارٹوٹ کو ملنے والا
تھا کہ اس ملاقات نے اسے حیرت میں ڈال دیا ہے
پاسے پارٹوٹ اس وقت جہاز کے اگلے حصہ میں
پہل قدمی کر رہا تھا کہ سراغ رسان اس کی طرف
تیزی سے بڑھا اور حیران ہو کر بولا: ”ارے تم کہاں؟“
پاسے پارٹوٹ نے فلکس کو جو جہاز منگولیا میں اس کا
ہم سفر رہ چکا تھا، حیرانی سے جواب دیا: ”مسٹر فلکس!

کا مطلب نہیں سمجھا حیران ہو کر پوچھا: نوجوان خاتون! فرانیسی نوکر نے جواب دیا: ہاں نوجوان خاتون! اس نے سراغ رساں سے اس خاتون کا سارا قصہ بیان کیا۔ وہ تمام واقعات دہرائے جو مہنی کے مندر میں اسے پیش آنے۔ پھر اُسے یہ بتایا کہ جس ہاتھی پر انھوں نے سفر کیا وہ دو ہزار پاؤنڈ دے کر خریدا گیا۔ پھر یہ بیان کیا کہ کس طرح نوجوان بیوہ کو ایک خوفناک موت سے بچایا گیا۔ اس کے بعد کلکتے کی عدالت میں پیش ہونے، منرا کا حکم سننے اور ضمانت پر رہا ہونے کا واقعہ سنایا۔ مگر فکس کی یہ عیاری ملاحظہ ہو کہ آخری تمام واقعات کا علم رکھنے کے باوجود تمام باتوں کو اس طرح سنستا رہا کہ اسے کسی واقعہ کی خبر نہیں۔

پاسے پارا ٹوٹ بھی خوش تھا کہ سننے والے نے بڑی دلچسپی سے اس کی باتیں سنیں۔

”کیا تمہارا آقا اس نوجوان عورت کو یورپ لے جانا چاہتا ہے؟“ فکس نے پوچھا۔

”مشر فکس! ہم اسے یورپ نہیں لے جائیں گے۔ ہم تو ہانگ کانگ میں اسے اس کے ایک رشتہ دار کے پاس پہنچا رہے ہیں۔ یہ رشتہ دار ہانگ کانگ کا

کا ایک متمول تاجر ہے! فکس کو فاگ کے فرانیسی نوکر سے یہ سُن کر مایوسی ہوئی مگر اس نے اپنی مایوسی کو پاسے پار ٹوٹ پر ظاہر نہ ہونے دیا اور اپنے دل میں یہ کہے بغیر نہ رہ سکا کہ یہاں بھی فاگ کے خلاف کوئی کارروائی نہیں ہو سکتی۔ اس کے بعد فکس نے پاسے پار ٹوٹ کو ہلکے ناشتے کی دعوت دی۔ پاسے پار ٹوٹ نے فکس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں دوستانہ حیثیت سے کم سے کم پیتے پلانے کے بجائے میں ایک دوسرے کے جذبات و محسوسات کا احترام کرنا چاہیے۔ اس کے بعد وہ ”رنگون“ کے شراب پینے والے کمرے میں چلے گئے۔

جہاز ”رنگون“ وقت پر سنگا پور پہنچ گیا اور کوئلہ لینے کے لیے لنگر انداز ہوا۔ مسٹر فاگ جہاز سے اُترا۔ کرایہ کی ایک گاڑی لی اور اپنی پارٹی کے ساتھ دو گھنٹوں کے لیے شہر چلا گیا۔ اور اس وقت واپس آیا جب جہاز اپنے سفر کا سلسلہ جاری رکھنے کی تیاری کر رہا تھا۔ دریائے کینٹن CANTON پہنچنے سے پہلے موسم بہت خراب تھا۔ کینٹن کی آبنائے ہی سے جہاز ”رنگون“

کو ہانگ کانگ پہنچنا تھا۔ ہوا بہت تیز تھی جس کی وجہ سے جہاز کی رفتار بہت کم ہو گئی اور اگر ہوا کی شدت کم نہ ہوتی تو غالب امکان اس امر کا تھا کہ جہاز اپنے مقررہ وقت سے چوبیس گھنٹے بلکہ اس سے بھی زیادہ وقت کے بعد ہانگ کانگ پہنچے گا۔ آخر ۲ نومبر کو طوفان فرو ہوا لیکن طوفان کے باعث جو وقت ضائع ہو چکا تھا اس کی تلافی نہ ہو سکی اور خوشگی ۲ نومبر کی صبح کے پانچ بجے نظر آئی مٹر فاگ نے یہ اندازہ لگایا تھا کہ جہاز ۵ نومبر کو پہنچ جائے گا۔ یہ اسی تاخیر کا نتیجہ تھا کہ وہ اپنے سفر کے مقررہ وقت میں چوبیس گھنٹے پیچھے رہ گیا، اور اسے یہ اندیشہ محسوس ہوا کہ وہ یو کو ہامہ کا سفر نہیں کر سکے گا۔ کیونکہ شیمہ دوسرے دن جانے والا تھا۔ چھ بجے پائلٹ PILOT جہاز "رنگون" میں پہنچا تاکہ جہاز کو وکٹوریہ VICTORIA تک ایک مشکل آبی راستے سے لے جائے۔ وکٹوریہ ہانگ کانگ کا دارالحکومت اور بندرگاہ ہے۔ مٹر فاگ نے "انڈین بریڈ شا INDIAN BRAD SHAW" (ریلیوے ٹرینوں اور جہازوں کا ٹائم ٹیبل) دیکھنے کے بعد پائلٹ سے دریافت کیا کہ یو کو ہامہ کو

شیمہ کب روانہ ہوگا؟ پائلٹ نے جواب دیا: کل صبح۔ اس جواب پر مٹر فاگ ذرا حیران نہ ہوا۔ پاسے پاراٹوٹ کو جو پاس ہی کھڑا ہوا تھا اس جواب سے اس قدر خوشی ہوئی کہ اس کا جی چاہتا تھا کہ مٹر فاگ سے مصافحہ کرے۔ لیکن غلصہ اس بات سے خوشی ہوئی کہ وہ اپنا غصہ نکالنے کے لیے فاگ کی گردن مروڑ دے۔ مٹر فاگ کو پائلٹ سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ جو شیمہ یو کو ہامہ کو جاتا ہے اس کا نام "کیتھ CATHAY" ہے۔ مزید دریافت کرنے پر اسے معلوم ہوا کہ "کیتھ" کو کل ہی روانہ ہو جانا چاہیے تھا مگر اس کا ایک بائو مرمت طلب تھا۔ اس لیے اس کی روانگی میں دیر ہو گئی مٹر فاگ پائلٹ کا شکریہ ادا کرنے کے بعد "رنگون" کے سیلون میں چلا گیا۔ ایک بجے جہاز نگر انداز ہوا اور مسافر جہاز سے اتر کر ساحل پر چلے گئے۔

"کیتھ" کی نسبت اشتہار دے دیا گیا تھا کہ وہ دوسرے دن صبح کے نو بجے یو کو ہامہ روانہ ہو جائے گا۔ مٹر فاگ کے پاس اپنے ذاتی کام بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ نوجوان بیوہ کا معاملہ طے کرنے کے لیے سولہ گھنٹے کا وقت تھا۔ جہاز کے کنارے پر پہنچتے ہی اس نے

اودہ کو ایک پانکی میں بٹھایا اور پانکی لے جانے والوں کو حکم دیا کہ وہ کلب ہوٹل پہنچیں۔ وہ خود بھی اپنے فرانسیسی نوکر کے ساتھ پانکی کے پیچھے ہو گیا۔ جب وہ کلب پہنچے تو اودہ کے لیے ایک کمرہ دے دیا گیا۔ اور جب اسے اطمینان ہو گیا کہ کلب کے ملازم اودہ کے آرام کا خاص طور پر خیال رکھیں گے تو وہ خاتون کے اس رشتہ دار کے متعلق تحقیقات کرنے کے لیے باہر چلا گیا۔ جس کی زیر نگرانی اودہ ہانگ کانگ میں رہے گی۔ فاگ پاسے پارٹوٹ کو اودہ کے پاس چھوڑ گیا۔ فاگ پہلے ایکسچینج EXCHANGE تاجروں کی کاروباری جگہ گیا۔ اسے یقین تھا کہ ایکسچینج میں ہر تاجر ایسے متمول تاجر اور مشہور شخص کو جس سے وہ ملنا چاہتا ہے ضرور جانتا ہوگا۔

جس "شپ بروکر" SHIPBROKER رہمازوں کا دلال) سے فاگ نے پاری تاجر کا پتہ دریافت کیا وہ اس تاجر سے خوب واقف تھا۔ فاگ کو اس بروکر سے معلوم ہوا کہ پاری تاجر کو ہالینڈ HOLLAND (یورپ) میں مستقل طور پر آباد ہونے دو سال گزر چکے ہیں۔ بروکر کے خیال کے مطابق ہالینڈ میں اس کے قیام کی وجہ

یہ ہے کہ اس کے تجارتی تعلقات زیادہ تر ڈچ DUTCH تاجروں سے ہیں۔

فیاس فاگ جب ہوٹل واپس آیا اور اس نے اودہ کو بتایا کہ اس کا چچا زاد بھائی چین سے ہالینڈ چلا گیا ہے۔ جہاں وہ مستقل طور پر رہتا ہے تو اس نے ایک لمحہ کے لیے اسے کوئی جواب نہ دیا۔ اس کے بعد اس نے ایک ٹیئری اور شریفانہ لمبے میں فاگ سے دریافت کیا "مشر فاگ! آپ کے خیال میں مجھے اب کیا کرنا چاہیئے؟ فاگ نے جواب دیا: یہ مسئلہ تو بڑا صاف اور آسان ہے۔ میرے ساتھ یورپ چلو۔ اس



میں پہلے ہی جانتا تھا کہ تم ہمارا ساتھ نہیں چھوڑو گے۔
 اچھا آؤ اور تم بھی جہاز میں اپنی جگہ کا بندوبست کر
 لو۔ وہ شیمیر کے دفتر میں داخل ہوئے اور انہیں چار
 کمرے مل گئے۔ دفتر کے کلرک نے ٹکٹ ان کے حوالے
 کرتے ہوئے انہیں اطلاع دی کہ چونکہ جہاز کی مرمت
 کا کام ختم ہو گیا ہے۔ اس لیے کل صبح کے بجائے
 جیسا کہ اشتہار دیا گیا تھا جہاز آج شام کے نو بجے
 ہی یہاں سے روانہ ہو جائے گا۔ پاسے پارٹوٹ نے
 کلرک سے کہا۔ بڑی اچھی بات ہے۔ جہاز کے بارہ
 گھنٹے پہلے جانے سے میرے آقا کو اور زیادہ المیہ
 حاصل ہوگا۔ میں اسے ابھی اطلاع دیتا ہوں۔

فکس نے حالات اور واقعات کا جائزہ لیتے ہوئے
 دیرانہ قدم اٹھانے اور لگی بیٹی بغیر پاسے پارٹوٹ کو
 فاک کے متعلق سب کچھ بتا دینے کا فیصلہ کر لیا۔
 اس کے نزدیک صرف یہی ایک ایسا طریقہ کار ہے جس
 کی بدولت فاک کو کئی دنوں تک ٹانگ کاٹک میں
 روکا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس منصوبے کو عملی جامہ
 پہنانے کے لیے فکس اپنے ساتھی کو گودی کے ایک
 پانڈو خانے میں لے گیا۔ وہ اس مکان کے ایک بڑے

پر اودھ نے کہا: مگر میں نہیں چاہتی کہ میری موجودگی
 آپ کے پروگرام میں مداخلت کا باعث ہو۔ میں آپ
 کے اوقات اور مصالحت میں مارج ہونا گوارا نہیں کر
 سکتی: فاک نے کہا کہ تمہاری موجودگی سے میرے
 پروگرام میں خفیف سے خفیف مداخلت بھی نہیں ہوگی۔
 فاک نے اپنے فرانسیسی ملازم پاسے پارٹوٹ کو
 ہدایت کی کہ جہاز کیسے پر زمین کمروں کے لینے کا فوراً
 انتظام کرو۔ پاسے پارٹوٹ کو یہ معلوم کر کے بڑی خوشی
 ہوئی کہ نوجوان خاتون بھی ان کے ساتھ یورپ جا رہی
 ہے۔ کیونکہ یہ خاتون فاک کے نوکر کے ساتھ بڑی
 نہ بانی سے پیش آتی تھی۔ پاسے پارٹوٹ اپنے آقا کے
 حکم کی تعمیل کے لیے فوراً روانہ ہو گیا۔ مگر وہ یہ دیکھ
 کر حیران رہ گیا کہ جہاز کی گودی پر فکس بھی ٹھہر
 رہا ہے۔ اس نے مسٹر فکس سے دریافت کیا کہ کیا
 تم نے بھی ہمارے ساتھ امریکہ تک جانے کا فیصلہ
 کر لیا ہے؟

فکس نے دانت چبھتے ہوئے جواب دیا کہ ہاں
 میں نے بھی تمہارے ساتھ جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔
 پاسے پارٹوٹ نے بڑے زور سے ہنستے ہوئے کہا:

اہم بات کہنی چاہتا ہوں۔" پاسے پارٹوٹ بولا: نہایت اہم بات! اچھا اہم اس نہایت اہم بات پر کل گفتگو کریں گے۔ اب بات کرنے کا وقت نہیں ہے۔ مجھے جلد واپس جانا چاہیئے تاکہ میں اپنے آقا کو جہاز کے متعلق ضروری اطلاع دے سکوں۔

فلکس نے جواب دیا: ذرا کٹھرو۔ جو بات میں تم سے کہنی چاہتا ہوں وہ تمہارے آقا کے متعلق ہے۔ کیا تمہیں اس بات کا علم ہے کہ میں محکمہ پولیس کا سراغ رساں ہوں اور لندن کے صدر دفتر کے حکم سے اپنا فرض انجام دے رہا ہوں۔

"کیا تم پولیس کے ایجنٹ ہو؟ پاسے پارٹوٹ نے حیران ہو کر پوچھا۔

سراغ رساں نے جواب دیا: ہاں! اور میں یہ ثابت کروں گا۔ یہ دیکھو میرے پاس تحریری ثبوت ہے۔ یہ کہہ کر اس نے اپنی پاکٹ بک سے ایک کاغذ نکالا اور پاسے پارٹوٹ کو دیکھنے کے لیے دیا۔ اس کاغذ سے ظاہر ہوتا تھا کہ اس پر لندن پولیس کے چیف کے دستخط ہیں۔ فلکس کو اس تحریر کی رو سے اپنے فرائض کی بجا آوری کے سلسلے میں خاص اختیارات حاصل

کمرے میں پیچھے جو اعلیٰ درجے کے فرنیچر سے آراستہ تھا۔ اس کمرے کے ایک کونے میں لمبے کوچ نیچے بٹھے ہوئے تھے اور جن پر پرتکلف گدی بٹھے تھے۔ اس کوچ پر کئی آدمی سوئے ہوئے تھے۔ ان میں زیادہ تعداد ایسے لوگوں کی تھی جو سرخ مٹی کے ٹھٹھے پی رہے تھے۔ ٹھٹھے کی چلم میں افیون اور گلاب کا عرق ڈال دیا جاتا تھا۔ پینے والے ٹھٹھے کا کش لگاتے۔ جب تھوڑی دیر کے بعد کش لگاتے لگاتے وہ بیہوش ہو کر اپنی نشست سے نیچے گر جاتے تو چانڈو خانے کے خادم انہیں سر اور پیر سے پکڑ کر دوسرے مدہوش افیونیوں کے ساتھ کوچ پر بٹا دیتے۔ کیونکہ یہاں اسی قسم کے لوگ آتے تھے۔ افیون اور بھنگ پینے والوں کے لیے چانڈو خانے میں ہر طرح کی سہولتیں تھیں۔

فلکس نے پورٹ PORT (شراب) کی دو بوتلیں منگوائیں اس کے فرانسیسی ساختی نے دل کھول کر شراب کے پیگ چڑھائے۔ لیکن فلکس اس معاملے میں زیادہ محتاط تھا۔ اس کی نظریں فرانسیسی کے چہرے پر جمی ہوئی تھیں پہلے تو وہ ادھر ادھر کی باتیں کرتے رہے۔ آخر فلکس نے پاسے پارٹوٹ سے کہا: میں تم سے ایک نہایت

فکس نے جواب دیا کہ تمہارے پاس اس کی دیانت اور راست بازی کا کیا ثبوت ہے؟ تم اس کے پاس اس دن نوکر ہوئے جب وہ لندن سے روانہ ہوا اور روانہ ہوا بھی تو ایسے جیلے کی بنا پر جس میں معقولیت کا شائبہ تک نہ تھا۔ روانگی کے وقت اس کے پاس کوئی سامان نہ تھا جو پیر وہ اپنے ساتھ لے گیا وہ البتہ بینک کے نوٹوں کی ایک بھاری رقم تھی۔ کیا تم ایسے آدمی کو ایمان دار اور راست باز کہنے کی جرأت کر سکتے ہو؟ بینک دل پاسے پارٹوٹ نے جواب دیا۔ بھائی! میں تو اسے ایسا ہی سمجھتا ہوں۔ اس پر فکس نے کہا: کیا تم اس بات کو پسند کرتے ہو کہ تمہیں بھی اس کے شریک کار کی حیثیت سے گرفتار کر لیا جائے؟ پاسے پارٹوٹ شش و پنج میں پڑا ہوا تھا۔ اس کے دل میں یہ خیال گزر رہا تھا: کیا فلیس فاگ چوری کے جرم کا مرتکب ہو سکتا ہے۔ ایسا شخص جس نے ایک نوجوان بیوہ کو بچانے کے لیے اپنی زندگی خطرے میں ڈالی۔ کیا ایسا بہادر اور فیاض شخص چور ہو سکتا ہے۔ پاسے پارٹوٹ کا دل گواہی نہیں

تھے۔ پاسے پارٹوٹ یہ کاغذ دیکھ کر مبہوت رہ گیا۔ وہ ایک لفظ نہ بول سکا۔ فکس نے اسے بتایا کہ مسٹر فاگ نے میں ہزار پاونڈ کی جو بازی لگائی ہے، ایک فریب ہے جس سے نہ صرف تمہیں اصل حقیقت سے بے خبر رکھنا یا دوسرے لفظوں میں تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھنا مقصود ہے بلکہ لندن کی ریفرم کلب کے ارکان بھی اس کے جھانسنے میں آئے ہوئے ہیں فاگ نے اپنا فائدہ اسی میں دیکھا کہ اس فراڈ میں تمہارا معصومانہ تعاون حاصل کرے۔ لیکن جب پاسے پارٹوٹ نے اس تعاون کی وجہ دریافت کی تو فکس نے اس کے جواب میں اسے بتایا کہ ۲۸ ستمبر کو ایک شخص نے بینک آف انگلینڈ سے پچپن ہزار پاونڈ کی رقم چرائی۔ اس شخص کا حلیہ دیا گیا ہے اور یہ دیکھو یہ حلیہ ہر اعتبار سے مسٹر فلیس فاگ کی شکل سے ملتا ہے۔

پاسے پارٹوٹ نے یہ سننے ہی میز پر ہاتھ مارا اور بڑے زور سے کہا۔ بالکل لغو اور نامعقول بات ہے۔ میرا آقا ایک نہایت متدین اور راست باز آدمی ہے۔

دیتا تھا کہ اس کا آقا چوری کے فعل کا مرتکب ہوا ہے۔

فاگ کے فرانسیسی نوکر نے آخر فکس سے کہا کہ اب تم مجھ سے کس بات کی توقع رکھتے ہو؟ فکس نے جواب دیا کہ میں لندن سے یہاں تک مسٹر فاگ کے ساتھ سامنے کی طرح لگا رہا۔ لیکن ابھی تک مجھے وہ وارنٹ موصول نہیں ہوا جس کی نسبت میں لندن کے صدر دفتر کو بلکہ چکا ہوں کہ مجھے ہانگ کانگ کے پتے پر بھیج دیا جائے تاکہ میں اس وارنٹ کی بنا پر اسے گرفتار کر سکوں۔ تمہیں اس معاملے میں میری مدد کرنی چاہیے۔ یعنی ہانگ کانگ میں وہ اس وقت تک روکا جائے جب تک کہ.....

پاسے پارٹوٹ نے بات کاٹتے ہوئے جواب دیا۔ ہرگز نہیں! نیٹے مسٹر فکس! اگر مان بھی لیا جائے کہ جو کچھ تم نے مسٹر فاگ کے متعلق مجھے بتایا ہے وہ صحیح ہے اور یہ بھی فرض کر لیا جائے کہ میرا آقا وہی چور ہے جسے تم گرفتار کرانا چاہتے ہو۔ حالانکہ میں اسے ہرگز چور نہیں سمجھتا لیکن میں اس کی نوکری کے فرانض بھا لاتا رہا ہوں اور اب بھی اس کا نوکر

ہوں۔ وہ میرا ایک مہربان اور فیاض آقا ہے۔ اگر دنیا بھر کی دولت بھی میرے حوالے کی جائے تو میں پھر بھی اپنے آقا کے خلاف کسی قسم کی کارروائی نہیں کروں گا۔ فکس نے یہ دیکھ کر کہ اس کا تیر نشانے پر نہیں بیٹھا اسے سبز باغ دکھانے کی کوشش کرنے ہوئے بتایا۔ دیکھو مجھے بنک آف انگلینڈ سے دو ہزار پاؤنڈ کی جو رقم بطور انعام ملے گی اس میں تمہارا بھی حصہ ہوگا۔ لیکن پاسے پارٹوٹ نے اس انعام میں حصہ دار بننے سے بالکل انکار کر دیا۔ فکس نے جب یہ دیکھا کہ فاگ کے فرانسیسی نوکر پر لالچ کا حربہ بھی کارگر نہیں ہوتا تو پھر اس کے سوا اور کوئی چارا نہ تھا کہ فکس اس سے کام لینے یا اسے پھانسنے کا کوئی اور طریقہ اختیار کرے۔ اس نے پاسے پارٹوٹ سے کہا۔ اچھا دوست جو کچھ میں نے تم سے کہا ہے اسے بھول جاؤ۔ آؤ کچھ پیئیں۔ پاسے پارٹوٹ نے جو شراب کا رسیا تھا جواب دیا۔ ہمیں ایک گلاس اور پینا چاہیے۔ مگر اس احمق کو یہ معلوم نہیں تھا کہ شراب کا جو گلاس اسے دیا گیا ہے اس میں افیون ملا دی گئی ہے۔ تاکہ اس کے ہوش و حواس

دسواں باب

خطرناک سفر

جو واقعات اس وقت تک ظہور میں آ چکے ہیں ان کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ وہ شاید شدید طور پر مسٹر فاگ کے مستقبل پر اثر انداز ہوں۔ لیکن واقعات کی ناخوشگوار نوعیت کے باوجود مسٹر فاگ اور اودہ ہانگ کانگ کے انگریزی حلقے کی گلیوں میں آرام و اطمینان کے ساتھ جا رہے تھے۔ اودہ نے چونکہ مسٹر فاگ کے ساتھ یورپ جانے کا فیصلہ کر لیا اس لیے اسے قدرتی طور پر اتنے طویل سفر کے لیے ایسی چیزیں خریدنے کی ضرورت محسوس ہوئی جو اس کے نزدیک موزون ہوں۔ مسٹر فاگ جیسے آدمی کے لیے تو یہ کچھ مشکل نہ تھا کہ تھبلا اٹھایا اور دنیا کے گرد چکر لگانے کے لیے فوراً چل دیا۔ لیکن ایک خاتون کے ایسے حالات میں سفر کرنے کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی۔

جب مسٹر فاگ اور نوجوان بیوہ چیزیں خرید چکے تو

گم ہو جاتیں اور وہ اپنے آقا کے ساتھ جانے کے قابل نہ رہے۔ فکس نے پاسے پارٹوٹ کو اس کے آقا سے علیحدہ رکھنے کے لیے ایک حقے کی منال اس کے ہاتھ میں تھما دی۔ اس حقے کی چلم میں افیون پٹری ہونی بختی۔ پاسے پارٹوٹ نے بغیر سوچے سمجھے اس حقے کے کئی کش لگائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ پہلے اس پر غنودگی طاری ہو گئی اور پھر بیہوش ہو کر اپنی جگہ سے گر پڑا۔

فکس نے پاسے پارٹوٹ کی یہ حالت دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا اور اسے یقین ہو گیا کہ اب مسٹر فاگ جہاز "کیستھ" کی روانگی کے تبدیل شدہ وقت سے بے خبر رہے گا اور اگر تبدیل شدہ وقت سے آگاہ ہو کر وہ اس جہاز پر سوار ہو بھی گیا تو وہ اس بے وقوف فرانسیسی کی رفاقت اور خدمت سے محروم رہے گا۔ فکس چانڈو خانے کا بل ادا کر کے وہاں سے چل دیا۔

وہ ہوٹل میں واپس پہنچے جہاں انہوں نے نہایت پرستش
کھانا کھایا۔ کھانے سے فارغ ہونے کے بعد اودہ
نے انگریزی فیشن کے مطابق فاگ سے ہاتھ بلائے
جو اس وقت اس کے سر پرست اور محافظ کی حیثیت
رکھتا تھا۔ پھر سر پرست اور محافظ بھی ایسا جس کی
سیرت و کردار کا دامن متانت اور شرافت کے اعتبار
سے بے داغ نظر آتا تھا۔ اودہ اپنے کمرے میں
چلی گئی۔ مسٹر فاگ غروب آفتاب سے پہلے "دی ٹائمز"
اور "دی اسٹریٹ لندون نیوز" THE TIMES & THE ILLUSTRATED
LONDON NEWS کے مطالعہ میں منہمک رہا۔ اگر کوئی
بات اس کی حیرت کا باعث ہو سکتی تھی تو سونے کے
وقت اس کے نوکر کی عدم موجودگی تھی۔ مگر فاگ
اس خیال میں تھا کہ ٹیمر "کیٹھے" دوسرے دن کی صبح
تک یوکولامہ روانہ نہیں ہوگا۔ اس لیے اسے کسی قسم
کی پریشانی محسوس نہ ہوئی۔ لیکن جب پاسے پار ٹوٹ
دوسرے دن صبح کے وقت فاگ کی گھنٹی بجنے پر
بھی حاضر نہ ہوا تو اسے بتایا گیا کہ اس کا نوکر
رات بھر غائب رہا اور ابھی تک یہ معلوم نہیں
کہ وہ کہاں ہے۔ فاگ نے خفیہ سے خفیہ پریشانی

کا اظہار کیے بغیر اپنا بھتیلا ہاتھ میں لیا اور اودہ کو
پیغام بھیجا کہ وہ جہاز پر سوار ہونے کے لیے تیار
رہے۔ اس نے نوجوان بیوہ کے لیے بالکی منگوائی
اور بالکی برداروں کو جہاز کی گودی کی طرف
ہانے کا حکم دیا۔ جب آدھ گھنٹے کے بعد
وہ گودی پہنچے تو مسٹر فاگ کو معلوم ہوا کہ جہاز
"کیٹھے" گذشتہ شام ہانگ کانگ سے روانہ ہو گیا۔
مسٹر فاگ نے اس توقع کو اپنے دل میں جگہ
دے رکھی تھی کہ گودی پر اسے اپنا نوکر بھی مل
جائے گا اور جہاز بھی۔ لیکن نہ نوکر نظر آیا نہ جہاز۔
نوکر کی عدم موجودگی اور جہاز کی غیر منترقبہ روانگی سے
اسے یابوسی ہوئی۔ تاہم ان دونوں کے بغیر اسے اپنا
نیا پروگرام مرتب کرنے کی مجبوری پیش آئی۔ اس
کے چہرے پر فکر اور پریشانی کا کوئی اثر نہیں پایا
باتا تھا۔ اور جب اودہ نے کسی قدر بے چینی سے
اس کی طرف دیکھا تو اس نے صرف یہ کہا: میڈم
یہ محض سفر کا ایک حادثہ ہے اس سے زیادہ اس
کی کچھ حقیقت نہیں۔

اس موقع پر ایک شخص جو غور سے فاگ کی طرف

دیکھ رہا تھا نزدیک آیا۔ یہ فکس تھا۔ جس نے تعظیماً اپنا سر جھکاتے ہوئے مسٹر فاگ سے دریافت کیا "جناب! کیا آپ میری طرح جہاز رنگون کے مسافر تو نہیں ہیں۔ یہ جہاز کل ہانگ کانگ پہنچا، فاگ نے سرد مہری سے جواب دیا: "ہاں جناب میں 'رنگون' میں سوار تھا۔ لیکن آپ مجھ سے....."

"معاف کیجیے۔ میں آپ کے ملازم کو دیکھنے آیا تھا۔ سراغ رساں نے کہا۔ نوجوان بیوہ نے پریشانی کے بھجے میں فکس سے پائے پار ٹوٹ کا پتہ دریافت کیا۔

"کیا وہ آپ کے ساتھ نہیں آیا۔ فکس نے مصنوعی حیرت سے کہا۔

"نہیں۔ مجھے وہ کل سے نظر نہیں آیا۔ وہ یقیناً ہمارے بغیر 'کیٹھ' پر سوار نہیں ہوا ہے۔" اودہ نے کہا۔

"میڈم بغیر آپ کے! لیکن معاف کیجیے اگر میں آپ سے یہ دریافت کروں کہ کیا آپ کا مقصد کیٹھ پر سوار ہونے کا تھا؟" سراغ رساں نے جواب دیا۔

"جی ہاں؟ اودہ نے کہا۔

"اور میں بھی اسی جہاز سے جانا چاہتا تھا۔ مجھے

خود بڑی مایوسی ہوئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ 'کیٹھ' کی مرمت کا کام جلدی ختم ہو گیا اور بغیر اطلاع دینے کے وہ بازہ گھنٹے پہلے روانہ ہو گیا۔ حالانکہ اشتہار میں یہی بتایا گیا تھا کہ 'کیٹھ' صبح کے وقت روانہ ہو گا۔ اب ہمیں اگلے جہاز کے لیے آٹھ دن تک انتظار کرنا پڑے گا۔" سراغ رساں نے جواب دیا۔

"آٹھ دن" کے تصور سے فکس کا دل خوشی سے دھڑک رہا تھا۔ ان "آٹھ دنوں" کو وہ اپنی یقینی کامیابی کا پیش خیمہ سمجھتا تھا۔ اب اسے اس بات کا پورا یقین ہو گیا تھا کہ ہانگ کانگ میں فاگ کے ایک ہفتہ سے زیادہ عرصہ تک ٹھہرنے کا لازمی طور پر یہ نتیجہ ہو گا کہ اس کی گرفتاری کا وارنٹ اسی جگہ پہنچ جائے گا۔ اس خیال سے اس کے چہرے پر مسکراہٹ کھیل رہی تھی کہ قسمت اس کا ساتھ دے رہی ہے۔ دوسری طرف فاگ نے اپنے غیر متزلزل عزم اور قوت ارادی سے کام لیتے ہوئے یہ خیال ظاہر کیا کہ ہانگ کانگ کی بندرگاہ میں 'کیٹھ' کے علاوہ اور بھی کئی جہاز ہیں۔ اس نے اودہ کی طرف اپنا ہاتھ بڑھایا اور کسی ایسے جہاز کی تلاش کے لیے

جو جاپان کی طرف روانہ ہونے والا ہو بندرگاہ کی مختلف گودیوں کی طرف اپنے قدم بڑھائے۔ فاگ کے اس عزم کو دیکھ کر سُرراخ رساں ہکا بکا رہ گیا۔ اُسے ایسا محسوس ہوتا تھا کہ زمین اس کے پیروں تلے سے نکل گئی ہے۔

لیکن ہائوس اور جیران ہونے کے باوجود فکس فاگ کے پیچھے ہو گیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کسی غیر مرئی طاقت نے فکس کو فاگ سے وابستہ کر رکھا ہے۔ فلیاس تین گھنٹوں تک گودیوں میں پھرتا رہا لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ آخر اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اگر ضرورت پڑے تو یوکو ہامہ جانے کے لیے سارا جہاز کرایہ پر حاصل کر لیا جائے۔ جو جہاز موجود تھے وہ تجارتی سامان اتارنے یا چڑھانے میں مصروف تھے اور اس لیے کوئی جہاز فوراً یوکو ہامہ جانے پر تیار نہ تھا۔

مگر ناکام ہونے کے باوجود فاگ نے ہمت نہ ہاری۔ اس نے اپنی تلاش کا سلسلہ جاری رکھا۔ خواہ اسے اپنے سفر کی تکمیل کے سلسلے میں میکاؤ MACAO کے بندرگاہ جانا پڑے۔ یہ بندرگاہ دریائے کینٹن کے دوسری جانب واقع ہے۔ اتنے میں ایک قلعہ نے جو

پاس سے گزر رہا تھا فاگ سے دریافت کیا کہ کیا آپ کو کسی بڑی کشتی کی ضرورت ہے؟
"کیا تم فوراً روانہ ہو جانے کے لیے تیار ہو؟
فاگ نے اس سے دریافت کیا۔

"جناب میرے پاس ایک پائلٹ بوٹ (کشتی) نہیں ہے جو اس بندرگاہ میں سب سے اعلیٰ درجے کی کشتی ہے۔"

"کیا تم مجھے یوکو ہامہ YOKOHAMA لے جانے پر آمادہ ہو؟"

"آپ مجھ سے مذاق تو نہیں کر رہے ہیں؟
"میں نے تم سے ہرگز مذاق نہیں کیا۔ میں جہاز "کیتے" میں جانے سے رہ گیا ہوں۔ مجھے اس مہینے کی چودہ تاریخ کو یوکو ہامہ پہنچ جانا چاہیے۔ تاکہ سان فرانسسکو جانے والے ٹیمپر میں مجھے جگہ مل جائے۔
"جناب مجھے افسوس ہے کہ میرے لیے یہ طویل سفر ناممکن ہے۔"

"اگر میں وقت پر یوکو ہامہ پہنچ گیا تو تمہیں ایک سو پاؤنڈ یومیہ دینے کے علاوہ دو سو پاؤنڈ بطور بونس دوں گا۔"

میں ڈالنے کی جرات نہیں کر سکتا۔ اس کے علاوہ ہم کبھی وقت پر نہیں پہنچ سکتے۔ ہانگ کانگ سے یوکو ہامہ کا فاصلہ سولہ سو پچاس میل ہے۔

”سولہ سو پچاس نہیں بلکہ صرف سولہ سو میل۔“ فاگ نے جواب دیا۔

یہ کوئی زیادہ فرق نہیں لیکن سفر کا سلسلہ جاری رکھنے کے لیے ہمیں کوئی دوسری صورت اختیار کرنی چاہیے۔“ پائلٹ نے کہا۔

”دوسری صورت کیا ہو سکتی ہے؟“ فاگ نے پوچھا۔
”دوسری صورت یہ ہے کہ یا تو ہم ناگاساکی NAGA SAKI جائیں جو جاپان کے انتہائی جنوب میں واقع ہے اور جو ہانگ کانگ سے گیارہ سو میل کے فاصلے پر واقع ہے یا پھر شنگھائی SHANGHAI جائیں جو ہانگ کانگ سے آٹھ سو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ آخر الذکر صورت میں ہم ساحل کے قریب رہیں گے۔ اس کے علاوہ ہمیں یہ فائدہ ہوگا کہ سمندر کا پانی شمال کی طرف بہتا ہے۔“

”میں نہ شنگھائی جانا چاہتا ہوں نہ ناگاساکی۔ مجھے تو یوکو ہامہ پہنچنا چاہیے جہاں میں امریکہ کے ڈاک کے

”کیا آپ واقعی یہ طویل سفر اختیار کرنے پر آمادہ ہیں؟“ میں تمہیں پہلے ہی بتا چکا ہوں کہ مجھے اس مہینے کی چودہ تاریخ کو یوکو ہامہ پہنچ جانا چاہیے۔ تاکہ میں سان فرانسسکو جانے والے جہاز میں سوار ہو سکوں۔“ پائلٹ نے کچھ قدم ہٹ کر اس معاملے پر غور کیا۔ پھر اس نے سمندر کی طرف دیکھا۔ ایک طرف امید سے زیادہ معقول رقم ملنے کا لالچ اور دوسری طرف ایک کشتی میں سفر کے خطرات۔ تلاح قدرتی طور پر اس کشمکش میں مبتلا تھا۔ ٹکس بھی کچھ فاصلے پر یہ تمام کارروائی دیکھ رہا تھا۔ یہ غیر یقینی کیفیت اس کے لیے ایک شدید عذاب تھی۔

مسٹر فاگ نے اودہ سے دریافت کیا: ”میڈم! تمہیں اس سفر سے خطرہ تو محسوس نہیں ہوگا۔ اس نے جواب دیا: ”تمہاری موجودگی میں مجھے کوئی خطرہ نہیں۔ اس کے بعد مسٹر فاگ نے پائلٹ سے پوچھا: ”اب تم بتاؤ کیا ارادہ ہے؟“ پائلٹ نے جواب دیا کہ میں سال کے اس حصے میں ایک طویل سفر پر ایک چھوٹی سی کشتی میں جو بیس دن سے زیادہ نہ ہوگی اپنی اور اپنے آدمیوں کی زندگی اور آپ کی زندگی کو خطرے

مالک تم ہی ہو؟

”جی ہاں! میرا نام جان بیٹی ہے۔ کشتی ”تنکا ڈیر“
TANKADERE کے نام سے مشہور ہے؟

”کیا بیعانہ کے طور پر کچھ رقم تمہیں دے دوں؟“
”یہ آپ کی عنایت ہوگی۔“
”اچھا یہ لو دو سو پاؤنڈ۔“

”جناب کا شکریہ۔ میں پہلے ہی آپ کی خدمت میں
یہ درخواست پیش کرنے والا تھا۔“
”تو اب ہم آدھ گھنٹے کے اندر اندر یہاں سے
روانہ ہو جائیں گے۔“

اس وقت نوجوان بیوہ نے جو فرانسیسی نوکر کی
عدم موجودگی کو پریشانی کے ساتھ محسوس کر رہی تھی،
فاگ کو غریب پاسے پارٹوٹ کی طرف توجہ دلائی۔ مسٹر
فاگ نے اسے اطمینان دلایا کہ ”میں پاسے پارٹوٹ
سے غافل نہیں ہوں۔ میں اس کی بازیابی کے لیے
تمہی الامکان پوری کوشش کروں گا۔“

فکس جو گرو و پیش کے حالات کی وجہ سے شدید
چینی اور بے اطمینانی کی کیفیت میں مبتلا تھا،
کشتی میں سوار ہو گیا۔ فاگ اور اوردہ دونوں پولیس کے

جہاز پر سوار ہو سکتا ہوں۔“

”جناب! آپ کو معلوم ہونا چاہیے کہ سان فرانسیکو
جانے والا جہاز یوکر ہاؤس سے روانہ نہیں ہوتا۔ یہ جہاز
یوکر ہاؤس اور ناگاساکی میں ٹھہرتا تو ہے لیکن جس بندرگاہ
سے یہ سان فرانسیکو روانہ ہوتا ہے وہ شنگھائی ہے۔“
پائلٹ نے کہا۔

”کیا تمہیں اس بات کا پورا یقین ہے؟“
”مجھے کامل یقین ہے۔“

”جہاز شنگھائی سے کب روانہ ہوتا ہے؟“

”۱۱ نومبر کو ۷ بجے شام کے وقت۔ ہمارے پاس
چار دن باقی ہیں یعنی ۹۶ گھنٹے۔ اگر ہم آٹھ میل فی گھنٹہ
کی رفتار سے چلیں، ہماری قیمت بھی اچھی ہو۔ یہ ہوا
اسی طرح چلتی رہے اور سمندر بھی ساکن ہو تو پھر شنگھائی
کا آٹھ سو میل سفر وقت پر طے کر سکتے ہیں۔“

”مسٹر پائلٹ! تم کب روانہ ہو سکتے ہو؟“

”ایک گھنٹے کے اندر تاکہ میں کشتی پر ضروری چیزیں
لے جانے کا بندوبست کر سکوں۔ اس کے بعد ہم اپنا
سفر شروع کر سکتے ہیں۔“

”تو سمجھ لو کہ معاملہ طے ہو گیا۔ کیا اس کشتی کے

خوب سورت بادبانی کشتی تھی۔ جس کا وزن قریباً بیس ٹن تھا۔ یہ کشتی تیز رفتار کے ساتھ چلنے کے لیے بنائی گئی تھی۔ نہایت صاف سُکھری اور خوشنما تھی۔ اس کی ہر چیز نمایاں طور پر روشن اور چمکدار نظر آتی تھی ماسٹر اور عملہ جو چار آدمیوں پر مشتمل تھا اپنی کشتی پر فخر کرتے تھے۔ جس رفتار کے ساتھ وہ سمندر کی چمکیلی لہروں پر سے اڑتی ہوئی نظر آتی تھی اس کے پیش نظر کشتی کے ماسٹر اور اس کے آدمیوں کے حوصلے بلند ہو گئے تھے۔

دوسری صبح یعنی ۸ نومبر کو ماسٹر بھی نے کشتی کے ایک خاص آگے سے دریافت کیا کہ وہ ہانگ کانگ سے ایک سو بیس میل کا سفر طے کر چکے ہیں۔ غلیاس فاک نے اس اُمید کو اپنے دل میں جگہ دے رکھی تھی کہ وہ وقت پر شنگھائی پہنچ جائیں گے۔ لیکن آٹھ سو میل کا یہ سفر بڑا خطرناک تھا کیونکہ بحیرہ چین میں عام طور پر تیز و تند ہواؤں کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اور کسی وقت بھی طوفان کی شدت سے کشتی کی سلامتی خطرے میں پڑ سکتی ہے۔ اگلی صبح یعنی طلوع آفتاب کے وقت سمندر کی تیز ہوا نے طوفان کی صورت اختیار

کے دفتر میں گئے۔ جہاں اُنھوں نے اپنے کم شدہ ذکر کا اُعلیٰ درجہ کرایا اور اس کے ساتھ ہی پولیس کے پاس اتنی رقم جمع کرا دی کہ وہ آسانی کے ساتھ اپنے وطن پہنچ سکے۔ فرانسیسی سفارت خانے میں بھی یہی عمل اختیار کیا گیا۔ اس کے بعد وہ اپنے سامان کے لیے ہوٹل پہنچے۔ جہاں فاک نے اودہ کے لیے پالی منگوائی۔ ہوٹل سے وہ سیدھا گودی پہنچ گئے۔

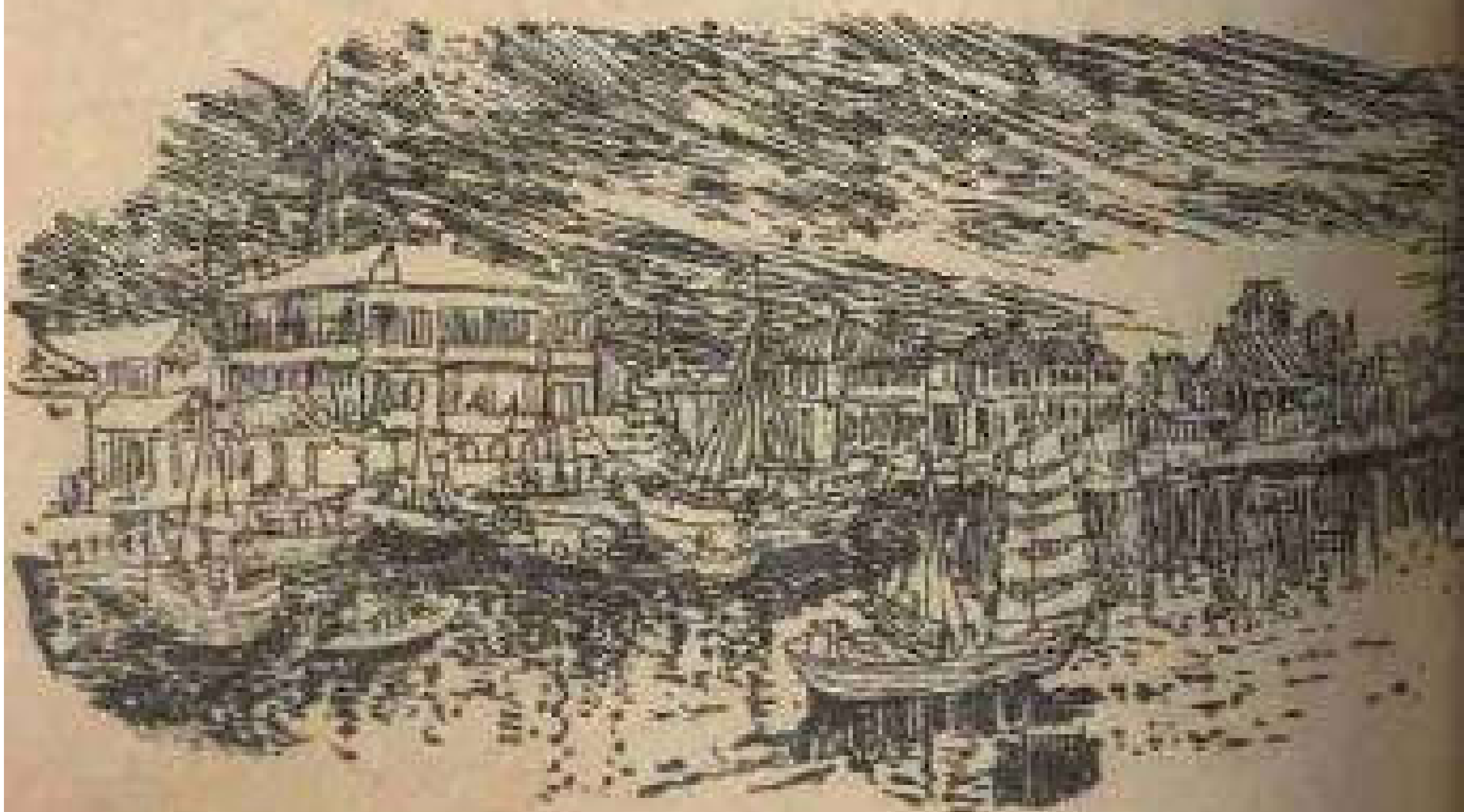
تین بجے پائلٹ بوٹ نمبر ۳۳ اپنے عملے اور ذخائر کے ساتھ ہانگ کانگ سے روانہ ہونے کے لیے تیار تھی۔ تین بج کر دس منٹ پر کشتی روانہ ہو گئی۔ ماسٹر فاک اور اودہ نے آخری مرتبہ اس امید میں گودی پر نگاہ ڈالی کہ شاید پاسے پار بوٹ انھیں نظر آ جائے۔ لیکن ان کی یہ اُمید برباد آئی۔ کشتی کے مالک مسٹر جان بھی نے سمندر کی طرف اپنی نگاہیں جما رکھی تھیں۔ تنکا ڈیر کے تمام بادبان چھوڑ دیئے گئے تھے۔ ہوا اس کے موافق تھی۔ وہ سمندر کی لہروں کو چیرتی ہوئی پوری رفتار کے ساتھ جا رہی تھی۔ اگر ہوا کا رخ اسی طرح قائم رہا تو اس امر کا قوی امکان تھا کہ کشتی وقت مقررہ سے چند گھنٹے پہلے شنگھائی پہنچ جائے گی۔ تنکا ڈیر ایک

”لیکن آپ کے خیال میں کون سا بندرگاہ اچھا ہے؟
پائلٹ نے دریافت کیا۔

”میں تو صرف ایک ہی بندرگاہ جانتا ہوں۔
”وہ کونسا؟“
”شنگھائی۔“

”آپ کی رائے ٹھیک ہے اور شنگھائی ہی ہونا چاہیے۔
اس کے بعد ماسٹر نے ”شنگاؤیر“ کا رخ شمال کی
طرف قائم رکھا۔

رات کی تاریکی بڑی فتنش انگیز تھی اور اسے
موجزہ سمجھنا چاہیے کہ بیس ٹن کا یہ ننھا سا جہاز غرق



کر لی اور آٹھ بجے طوفان کے ساتھ بارش بھی شروع ہو
گئی۔ اس صورت میں کشتی کے آدمیوں نے بادبان پھیٹ
دیئے۔ طوفان کی ہولناک ہواؤں کے مقابلے میں تنکا ڈیرا
ایک تنکا بھتی۔ طوفان اس قدر شدید تھا کہ قوت گویائی
اس کے بیان کرنے سے عاجز بھتی۔ لیکن اس کے باوجود
پہاڑ کی سی زبردست اور ہیبت ناک موجیں اس کی
رقار میں عائل نہ ہوئیں اور وہ دن بھر چلتی رہی رات
کے وقت کشتی کے ماسٹر کو یہ اُمید بھتی کہ طوفان کی
شدت کم ہو جائے گی۔ لیکن کمی کی بجائے بیشی کے
آئینہ نظر آ رہے تھے۔ اور جب چاروں طرف تاریکی
پھیل گئی تو کشتی کے ماسٹر کو قدرتی طور پر بڑی بے چینی
اور پریشانی محسوس ہوئی۔ اس کے خیال میں طوفان کی
یاس انجیز شدت سے بچنے کی بہترین صورت یہ بھتی کہ
کسی قریب کے بندرگاہ کی طرف کشتی کا رخ موڑ دیا
جائے۔ اس نے اس معاملے میں اپنے رفقاء کے کار سے
مشورہ کیا۔ ان سے گفتگو کرنے کے بعد ماسٹر نے ماسٹر
ناگ سے کہا کہ جناب! میرے خیال میں ہمارا بچاؤ اسی
میں ہے کہ ہم ساحل کے کسی بندرگاہ کی طرف کشتی
لے چلیں۔ ناگ نے کہا کہ میرا بھی یہی خیال ہے۔

ہونے سے بچ رہا۔ اگرچہ طلوع آفتاب کے وقت بھی طوفان کی شدت میں ذرا فرق نہ آیا لیکن حالت کچھ اُمید افزا نظر آتی تھی۔ ماسٹر "تنکا ڈیر" کو شگھائی کی طرف لے جا رہا تھا۔ دوسرے دن دوپہر کے وقت انہیں ساحل نظر آیا۔ کشتی کا مالک اب یہ کہنے کے قابل ہو گیا کہ ابھی یہیں شگھائی پہنچنے کے لیے جو فاصلہ طے کرنا ہے وہ سو میل سے کم ہے۔ یو کو مار کے ڈاک کے شبیر میں سوار ہونے کے لیے یہ ضروری تھا کہ فاک اسی شام شگھائی پہنچ جائے۔ سات بجے شگھائی پہنچنے کے لیے کشتی کو تین میل کا سفر طے کرنا تھا۔ کشتی کے ماسٹر جان بھبی کی یہ انتہائی کوشش تھی کہ جس قدر جلد ممکن ہو منزل مقصود تک پہنچ جائے۔ کیونکہ دو سو پاؤنڈ کے انعام کا موقع اس کے ہاتھ سے نکل جا رہا تھا۔ اس نے مسٹر فاک کی طرف دیکھا لیکن یہ نڈر اور بہادر مسافر اپنی فطرت کے مطابق بدستور متین اور خاموش نظر آتا تھا۔ حالانکہ بظاہر اس کی قسمت کا ستارہ گردش میں تھا۔ ٹھیک اسی وقت کشتی کے ماسٹر کو دور سے سیاہ دھواں نظر آیا۔ جو جہاز کی ایک لمبی چمنی سے نکل رہا تھا۔ یہ امریکن شبیر تھا جو اپنے مقررہ

وقت پر بندرگاہ سے روانہ ہو رہا تھا۔ مسٹر فاک نے کامل اطمینان کے ساتھ کشتی کے ماسٹر سے کہا کہ امریکن جہاز کو بذریعہ سگنل پیغام پہنچایا جائے۔ کشتی کے پچھلے حصے میں ایک چھوٹی سی توپ تھی جو کھر کے موسم میں خطرے سے بچنے کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ توپ بھردی گئی۔ بھبی مایوس سے کام لینے ہی والا تھا کہ فاک نے پائلٹ سے کہا کہ کشتی کے جھنڈے کو نیچے جھکا دو۔ اس کے بعد پائلٹ کے حکم کے مطابق اس کے آدمیوں نے جھنڈے کو نیچے جھکا دیا۔ اس سے یہ ظاہر کرنا مقصود تھا کہ کشتی خطرے کی حالت میں ہے اور انہیں امید تھی کہ امریکن شبیر جب یہ علامت دیکھے گا تو مدد دینے کے لیے رُک جائے گا۔ مسٹر فاک نے بلند آواز سے کہا: "ناؤ" اور چھوٹی توپ کی آواز امریکن جہاز تک پہنچ گئی۔

گیارہواں باب

جاپانی سرکس

۲۰ نومبر کو ساڑھے چھ بجے شام کے وقت "کیٹھ" ہانگ کانگ سے جاپان روانہ ہو گیا۔ دوسرے دن صبح کے وقت تلاح ایک مسافر کو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اس کی آنکھوں سے نیم مدہوشی کی کیفیت پائی جاتی ہے۔ جب چلتا ہے تو لڑکھڑاتا ہوا۔ جب کیبن سے باہر نکلا تو سر کے بال بکھرے ہوئے تھے۔ اسی حالت میں وہ جہاز کے عرشے پر پہنچا جہاں وہ بیٹھ گیا۔ یہ پاسے پارٹوٹ تھا۔ جس کی نیم مدہوشی لڑکھڑاہٹ اور بد حالی کا نتیجہ تھی شراب کے اس گلاس سے لطف اندوز ہونے کا جو فکس نے اُسے اس چانڈو خانے میں پلایا تھا جس کا ذکر ہم کر چکے ہیں۔

جب فکس چانڈو خانے سے نکلا تو ہوٹل کے دو نوکروں نے پاسے پارٹوٹ کو بھی دوسرے مدہوش افیونیوں کے ساتھ لٹا دیا۔ اس پر مدہوشی کی کیفیت تو

طاری ہو گئی لیکن پھر بھی یہ خیال کہ اسے اپنے آقا کے ساتھ "کیٹھ" میں سفر کرنا ہے اس کے دماغ میں چکر لگاتا رہا۔ آخر تین گھنٹے کے بعد وہ بیدار ہوا۔ اس نے افیون کے بے ہوش کرنے والے اثر کے خلاف دیوانہ وار جدوجہد کی۔ اب اُسے یاد آیا اور اس نے شدت سے محسوس کیا کہ وہ اپنے فرض کی بجائے اسی سے قاصر رہا ہے۔ اس شدید احساس کی بدولت اس کی مدہوشی کسی قدر زائل ہو گئی۔ وہ نفرت اور غصے کی حالت میں ہوٹل سے روانہ ہوا اور اس کی دیواروں کے سہارے سے لڑکھڑاتا اور "کیٹھ" چلاتا ہوا ایسی حالت میں گودی پہنچ گیا کہ گویا وہ خواب دیکھ رہا ہے۔ پیپر کیٹھ روانہ ہونے کے لیے بالکل تیار کھڑا تھا۔ جہاز تک پہنچنے کے لیے اُسے صرف چند قدم کا فاصلہ طے کرنا تھا۔ مگر طاقت جواب دے چکی تھی۔ وہ بڑی مشکل سے جہاز کے عرشے پر پہنچ گیا مگر بیہوش ہو کر گر پڑا۔ تلاحوں نے جہاز کے رے کسول دیئے اور وہ روانہ ہو گیا۔ انہوں نے پاسے پارٹوٹ کی یہ حالت دیکھی تو رحم دلی سے کام لیتے ہوئے اُسے جہاز کے ایک چھوٹے سے کمرے میں لے

گئے۔ جب دوسرے دن صبح کے وقت اُس کی آنکھ کھلی تو جہاز ہانگ کانگ سے پتچاس میل کا فاصلہ طے کر چکا تھا۔

سمندر کی تازہ اور صاف ہوا پاسے پارٹوٹ کے لیے جادو ثابت ہوئی اور آہستہ آہستہ اس کی صحت بحال ہوتی گئی۔ اس کی دماغی حالت بھی ٹھیک ہو گئی گذشتہ دن کے تمام واقعات اُسے اچھی طرح یاد آ گئے اور وہ جبران تھا کہ وہ اپنے آقا سے کس طرح ملے۔ اس نے تہیتہ کر لیا کہ خواہ کچھ ہو میں اپنے آقا کے پاس ضرور پہنچوں گا اور اپنے فرض کی بجائوری میں جو شدید کوتاہی مجھ سے سرزد ہوئی ہے میں اس کے لیے اس سے معافی مانگوں گا۔ اس کے دل میں اب یہ خیال پیدا ہوا کہ اودہ ابھی بیدار نہیں ہوئی اور مسٹر فاگ نے غالباً جہاز میں کچھ ایسے ساختی پیدا کر لیے ہیں جو اس کے ساتھ تاش کھیل رہے ہیں۔ وہ اپنے آقا کی تلاش میں لڑکھڑاتا ہوا جہاز کی پچھلی جانب سے عرشے پر پہنچا جہاں سے وہ جہاز کے بڑے کمرے میں داخل ہوا۔ مگر مسٹر فاگ اسے کسی جگہ نظر نہ آیا۔ اس کے بعد اُس نے جہاز کے ایک عمدیدار سے مسٹر فاگ

کا کمرہ دریافت کیا۔ لیکن اُسے یہ جواب ملا کہ اس نام کا کوئی شخص جہاز پر سوار نہیں ہے۔

پاسے پارٹوٹ نے اس جواب سے غیر مطمئن ہو کر جہاز کے افسر سے معافی مانگتے ہوئے اُسے بتایا کہ جس جنٹلمین سے میں ملنا چاہتا ہوں وہ ایک لمبے قد کا متین شخص ہے۔ وہ زیادہ باتیں نہیں کرتا اور اس کے ساتھ ایک نوجوان خاتون ہے۔ افسر نے جواب دیا: اس جہاز میں کوئی نوجوان خاتون نہیں ہے۔ یہ لو مسافروں کی فہرست۔ تم خود دیکھ سکتے ہو۔ پاسے پارٹوٹ نے فہرست پر سرسری نگاہ ڈالی اور اسے معلوم ہو گیا کہ اس فہرست میں میرے آقا کا نام نہیں ہے۔ دفعۃً اسے خیال آیا: کیا میں جہاز کیسے پر سوار ہوں؟ "ہاں۔ تم کیسے میں سفر کر رہے ہو۔ افسر نے جواب دیا۔

"کیا یہ جہاز یو کو ہامہ جا رہا ہے؟"

"یقیناً۔"

ایک لمحہ کے لیے پاسے پارٹوٹ کے دل میں یہ اندیشہ پیدا ہوا کہ وہ غلطی سے دوسرے جہاز پر سوار ہو گیا ہے۔ مگر اسے اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ وہ

جہاز کیلئے پر سوار ہے۔ لیکن اسے یہ معلوم کر کے رنج ہوا کہ اس کا آقا اس جہاز میں نہیں ہے۔ جب اس نے اپنی موجودہ بے بسی اور کس پرسی پر غور کیا تو قریب غم سے اس نے اپنا سر جھکا لیا اور ایک گری پر بیٹھ گیا۔ یہ اسی غور و فکر کا نتیجہ تھا کہ اب تمام حقائق اس پر روشن ہو گئے۔ اسے یہ بات یاد آگئی کہ جہاز کی روانگی کا وقت بدل دیا گیا تھا۔ اسے اس تبدیلی کی اطلاع اپنے آقا کو دینی چاہیے تھی مگر اس نے یہ فرض انجام نہ دیا۔ یہ اس کا قصور تھا کہ مسٹر فاک اور اودہ کو یہ شبہ نہ ملا۔ فاک نے جس عیاری اور بدکرداری کا اسے سختہ مشق بنایا۔ اس کے خیال سے وہ شیر کی طرح بھرا ہوا تھا۔

جب یابوکی اور بے بسی کا صدمہ محسوس کرنے کے بعد پائے پاؤٹ کی طبیعت ذرا سنبھلی تو اس نے اپنی حالت کا جائزہ لیا جو کسی صورت قابل رشک قرار نہیں دی جا سکتی تھی۔ یہ واقعہ ہے کہ اس کا جہاز جاپان جا رہا تھا لیکن سوال یہ تھا کہ جب وہ جاپان پہنچے تو وہاں کیا کرے؟ اس کی جیب خالی تھی جس میں ایک شلنگ تو کہیں رہا ایک پیسہ بھی نہ تھی۔ یا

یہ کتنا زیادہ صحیح ہوگا کہ اس کے پاس ایک بھوٹی کوڑی بھی نہ تھی۔ ناداری کا یہ تصور اس کے دل کو مسوس رہا تھا۔ یہ اس کی خوش قسمتی تھی کہ اس کے آقا نے اسے اپنے وطن پہنچانے کے لیے ضروری رقم پیشگی ادا کر دی تھی۔ تاہم پانچ یا چھ دن کے سفر میں اس کے لیے یہ ضروری تھا کہ وہ اپنے مستقبل کے متعلق فیصلہ کرے کہ اسے کیا لائحہ عمل اختیار کرنا چاہیے۔ ۱۳ نومبر کو صبح کے وقت کیتھ یوکوہامہ کے بندرگاہ میں داخل ہوا۔ پاسے پارٹوٹ بے یار و مددگار بددلی کے ساتھ جہاز سے اُترا اور اس عجیب و غریب سرزمین پر قدم رکھا۔ شہر کے بازاروں اور گلیوں میں بغیر کسی مقصد کے ادھر ادھر پھرنے کے سوا اس کا کوئی اور کام نہ تھا۔ بے بسی اور بے کسی کی اس حالت میں اسے یہ خیال آیا کہ کیوں نہ فرانسیسی یا انگریزی سفارتخانے سے مدد حاصل کی جائے۔ لیکن اس مدد کے سلسلے میں اسے اپنی سفر کی کہانی اور بالخصوص وہ واقعات سنائے پڑتے جو اس کے آقا کی ذات سے تعلق رکھتے تھے۔ اس لیے سفارت خانے سے مدد حاصل کرنے کا سوال اس نے اپنے دل سے نکال دیا۔ اس کے ساتھ ہی

اس نے مصمم ارادہ کر لیا کہ اسے حصول معاش کے لیے جو موقعہ بھی مل جائے اس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اس سلسلے میں اس نے ابھی کوئی عملی کارروائی شروع نہیں کی تھی کہ اس کی نظر ایک بہت بڑے اشتہار پر پڑی جسے سرکس کا کوئی مسخرہ بازار میں اٹھائے لیے جا رہا تھا۔ یہ اشتہار انگریزی زبان میں تھا اور اس میں یہ اعلان درج تھی کہ ایک جاپانی سرکس امریکہ جانے سے پہلے آخری کھیل دکھائے گا۔ جاپانی سرکس کے تمام کھلاڑی "لمبی ناکوں والے" کے نام سے مشہور ہو گئے تھے اور اس لیے لمبی ناک کی طاقت کے مظاہرے اور دوسرے دلچسپ کرتبوں کی وجہ سے ان کے لیے تماشائیوں سے خراج تحسین وصول کرنا ایک معمول بات تھی۔ پاسے پارٹوٹ نے اشتہار پڑھ کر اپنے دل میں کہا: میں بھی تو یہی چاہتا ہوں کہ کسی طرح امریکہ پہنچ جاؤں۔

پاسے پارٹوٹ اشتہار لے جانے والے آدمی کے پیچھے ہو گیا۔ پاؤ گھنٹے کے بعد وہ جاپانی سرکس کی کمپنی کے ایک بڑے سائبان کے پاس پہنچ گیا۔ سائبان کا سامنے کا حصہ جھنڈیوں وغیرہ سے آراستہ تھا۔ دیواروں

پر تصویروں اور نقاشی کے کام کے لیے ایسے رنگ استعمال کیے گئے تھے جو نہایت چمکدار اور جاذبِ نظر تھے۔ یہ آئینیل ولیم ہائلکار کی سرکس کمپنی تھی جو مداروں مسخروں، بازیگروں اور جسمانی ورزش کے کرتب دکھانے والوں پر مشتمل تھی۔ یہ تمام افراد اپنے اپنے فن میں ایسی مہارت رکھتے تھے کہ تماشائی ان کے کرتب دیکھ کر دنگ رہ جاتے تھے۔ سرکس کمپنی کے ڈائریکٹر آئینیل ولیم ہائلکار نے یوکولامہ کے لوگوں کو اپنا آخری کھیل دکھانے کے لیے پوری تیاری کر رکھی تھی۔

جب پاسے پارٹوٹ سرکس کمپنی کے دفتر میں داخل ہوا تو وہ سیدھا ڈائریکٹر کے پاس پہنچا۔
"تم کیا چاہتے ہو؟" ڈائریکٹر نے پاسے پارٹوٹ سے پوچھا۔

"کیا آپ کو کسی نوکر کی ضرورت ہے؟"
"تم فرانسیسی معلوم ہوتے ہو۔ ٹھیک ہے نا؟"
"ہاں میں پیرس کا رہنے والا ہوں۔"
"کیا تم ایک مسخرے کی طرح چہرے کو مختلف شکلوں میں تبدیل کرنے، منہ اور دانت دکھانے کے فن سے آگاہ ہو؟"

"یہ صحیح ہے کہ ہم فرانسیسی اس فن سے بے خبر نہیں ہیں مگر ہم اس معاملے میں امریکینوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔"

"مجھے نوکر کی ضرورت تو نہیں لیکن اگر تم مسخرے کی حیثیت سے میری کمپنی میں کام کرنا چاہتے ہو تو میں تمہیں کام کرنے کا موقع دے سکتا ہوں۔ میرے دوست تم جانتے ہی ہو کہ فرانس میں وہاں کی کمپنیاں غیر ملکی مسخروں کی خدمات سے فائدہ اٹھاتی ہیں۔ اسی طرح غیر ملکی علاقوں میں ہم فرانسیسی مسخروں کی خدمات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔"

آخر کچھ مزید گفتگو کے بعد معاملہ طے ہو گیا اور پاسے پارٹوٹ نے سرس کمپنی میں شریک ہو کر بے روزگاری اور ناداری کی پریشانی سے نجات پالی۔ گو اس ملازمت کو وہ اپنی شان کے شایان نہ سمجھا لیکن اس ملازمت کی بدولت اسے یہ اطمینان حاصل ہو گیا کہ ایک ہفتے کے اندر اسے سان فرانسکو جانے کا موقع مل جائے گا۔ کھیل تین بجے شروع ہونے والا تھا۔ اور چونکہ ڈھول ڈھکتے سے اس کی اطلاع سب کو مل چکی تھی، اس لیے تماشاخیوں کی تعداد اندازے سے بہت زیادہ تھی۔

جاپانی باجہ نواز اپنے آلات موسیقی سے پوری سرگرمی کے ساتھ کام لے رہے تھے۔ پاسے پارٹوٹ کو اس ہنگامے میں اس بات کی فرصت ہی نہ ملی کہ اسے اپنا پارٹ کس طرح ادا کرنا چاہیے۔ جو کام اس کے سپرد کیا گیا وہ آسان نہ تھا۔ سرس کمپنی کے لمبی ناک والے کھلاڑی اس کی پیچھے اور کندھوں پر اوپر تلے اس طرح کھڑے ہونے والے تھے کہ تماشاخیوں کو ان کے سر ایک مینار کی طرح نظر آئیں۔ سروں کے اس مینار کی عجیب و غریب نمائش اس کھیل کا آخری سین تھی۔

یہ لمبی ناک والے کھلاڑی توازن قائم رکھنے کے فن میں اس قدر باکمال تھے کہ وہ اپنے حیرت انگیز کرتبوں کی بدولت دنیا کے مختلف حصوں میں غیر معمولی شہرت حاصل کر چکے تھے۔ مگر یورپ والوں نے ان کے یہ کرتب نہیں دیکھے تھے۔ طبقہ متوسط کے جاپانی سوراٹوں کی طرح لباس پہن کر انھوں نے اپنے کندھوں پر شاندار اور خوب صورت پر لگا رکھے تھے۔ لیکن جس شے کی وجہ سے وہ خاص طور پر دیکھنے کے قابل تھے وہ ان کی لمبی ناکیں تھیں۔ بانس کی یہ مصنوعی ناکیں پانچ چھ بلکہ دس فٹ تک لمبی دکھائی دیتی تھیں۔ بعض سیدھی،

بعض خمدار، بعض صاف۔ اصلی ناکوں پر یہ ناکیں بڑی مضبوطی سے لگا دی جاتی تھیں۔ اس مہیت کڈانی کے ساتھ جب جاپانی کھلاڑی اپنے توازن کے خاص کرتب دکھاتے تو تماشائی محیرت رہ جاتے تھے۔

آخر سرکس کمپنی کے مینجر نے تماشائیوں کے سامنے اس امر کا اعلان کیا کہ اب انسانی سروں کے مینار کا آخری منظر دکھایا جائے گا۔ اس منظر میں سرکس کمپنی کے پیچاس لمبی ناک والے جاپانی کھلاڑی وشنو دیوتا کی ۱۶ پیسوں والی رتھ کا (جو جگن ناتھ کی رتھ CAR OF

JUGGERNAUT کے نام سے مشہور ہے) پارٹ ادا کرنے والے تھے۔ لیکن اپنے کندھوں کی بنیاد پر انسانی سروں کا مینار بنانے کے بجائے ان ہتھیار کھلاڑیوں نے اپنی لمبی ناکوں کے ساتھ ایک گروپ بنایا۔ اب ایک کھلاڑی جس نے اپنے رفقاء کے کار کو رتھ کی بنیاد قائم کرنے میں مدد دی تھی کسی دوسرے کام کے سلسلے میں گروپ سے چلا گیا چونکہ اس کی جگہ ایک مضبوط اور پھر تیلے آدمی کی ضرورت تھی اس لیے اس کی جگہ کام کرنے کے لیے پاسے پارٹوٹ کو منتخب کیا گیا۔

پاسے پارٹوٹ کو سرکس کا غیر معمولی لباس پہنایا گیا۔

لباس کے علاوہ کئی رنگوں والے پُر لگانے سے اس کا لباس اور زیادہ بھرکیلا ہو گیا تھا اور سب سے آخر ۶ فٹ لمبی ناک اس کے چہرے پر مضبوطی کے ساتھ لگا دی گئی۔ گو غریب پاسے پارٹوٹ یہ لباس پہن کر یا سوانگ بھر کر اپنے آپ کو بد قسمت سمجھتا تھا۔ لیکن سوال اس وقت روٹی کمانے کا تھا اور اس لیے سوائے اس کے اور کوئی چارہ نہ تھا کہ اپنے آپ کو موجودہ صورت حالات میں تقدیر کے حوالے کر دے۔

پاسے پارٹوٹ شیج پر اپنے رفقاء کے کار کی صف میں شامل ہو گیا۔ جاپانی کھلاڑی رتھ کی بنیاد قائم کرنے والے تھے۔ سب فرش پر بیٹ گئے۔ ان کی پشت فرش کے ساتھ لگی ہوئی تھی۔ ان کی ناکیں اوپر کی طرف تھیں۔ اس کے بعد کھلاڑیوں کا دوسرا دستہ آیا جس نے ان ناکوں پر اپنا توازن قائم کیا۔ پھر تیسرا جس نے دوسرے دستے پر اپنا توازن قائم کیا۔ پھر چوتھا اور سب سے پیچھے آخری ناکوں پر انسانی سروں کا مینار قائم ہو گیا، جس کی کی بلندی تھیسٹر کی چھت تک پہنچ گئی تھی۔

تماشائیوں نے انسانی سروں کا یہ جبریت انگیز اور جاذب نظر مینار دیکھ کر خوشی اور تعریف کے نعرے

ہیں "مینار" کے گرنے سے جو نقصان اُسے پہنچا تھا، اس کی تلافی کا مسٹر فاگ سے مطالبہ کیا۔ مسٹر فاگ نے کچھ بنک نوٹ اس کے ہاتھ میں تھا کر اُسے ٹھنڈا کر دیا۔ جہاز ٹھیک ساڑھے چھ بجے رولڈ ہونے والا تھا کہ مسٹر فاگ اپنی پارٹی کے ساتھ امریکن میل ٹیلیمر پر سوار ہو گیا۔

اس زور سے بلند کیے اور سرکس کے باجہ بجانے والے ایسی سرگرمی سے اپنا فرض بجا لا رہے تھے کہ کان پڑی آواز سنائی نہیں دیتی تھی۔ "مینار" کو قائم ہونے ابھی چند سیکنڈ بھی نہیں گزرے تھے کہ بنیادی جگہ کے ایک کھلاڑی کے ناک کا توازن قائم نہ رہا۔ اس کا فوری نتیجہ یہ ہوا کہ انسانی سروں کا مینار تاش کے پتوں کی طرح بکھر گیا، قصور پاسے پار ٹوٹ کا تھا۔ وہ فوراً اپنی جگہ چھوڑ کر سیج سے بھاگ نکلا اور تماشائیوں کی پہلی گیدری کے دائیں طرف پہنچ کر وہ ایک تماشائی کے پاؤں میں بند آواز سے یہ کہتا ہوا گر پڑا "میرا آقا! میرا آقا!"

"پاسے پار ٹوٹ تم یہاں کیسے پہنچے؟"
"جناب! مجھے قسمت یہاں لے آئی۔"

"ان حالات میں بھلے آدمی تمہارے جیسے یہی بہتر ہے کہ تم فوراً جہاز پر پہنچ جاؤ۔"

مسٹر فاگ، اودہ اور پاسے پار ٹوٹ تھپیڑ سے فوراً نکل گئے۔ سرکس کمپنی کے ڈائریکٹر مسٹر بانڈکار رنگ میں بھنگ پڑ جانے کے باعث اپنے آپ سے باہر ہو رہا تھا۔ وہ مسٹر فاگ کے پیچھے بھاگا اور تھپیڑ

بارصواں باب

سُرخ رِسان پر کھونسوں اور کون کی بارش

واقعات کا سلسلہ قائم رکھنے کے لیے یہیں ذرا پیچھے ہٹ جانا چاہیے۔ ہم آسانی کے ساتھ قیاس کر سکتے ہیں کہ جب پائلٹ بوٹ کو شگھائی کا بندرگاہ نظر آیا تو اس کے ساتھ کیا واقعہ پیش آیا۔ تنکا ڈیر کے پائلٹ نے جب توپ چلا کر خطرے کا سگنل دیا تو جہاز کے کپتان نے توپ کی آواز سن کر جہاز کا رخ پائلٹ بوٹ کی طرف موڑ دیا اور قلیاس فاگ اس کی پارٹی کو جہاز پر سوار ہونے کا موقعہ دیا۔ مسٹر فاگ نے پائلٹ بوٹ کے مالک مسٹر ہنسی کو کرایہ کی مقررہ رقم کے علاوہ پانچ سو پچاس پونڈ جو اس کی جیب میں تھے بطور بونس دے دیئے۔ پائلٹ مسٹر فاگ کی اس قیاضانہ روش سے خوش ہو گیا۔

مسٹر فاگ اور اس کی پارٹی نے ناگاساکی اور یوکوہامہ جانے کے لیے اپنا سفر شروع کر دیا۔ ۱۴ نومبر

کی صبح کو جب وہ یوکوہامہ پہنچے تو قلیاس فاگ جہاز سے اترتے ہی سیدھا کہتے: پہنچا جہاں اسے اور بالخصوص اورہ کو یہ معلوم کر کے بڑی خوشی ہوئی کہ ایک فرانسیسی جس کا نام پاسے پاسے پارٹوٹ ہے کل اسی جہاز پر سوار تھا۔ مگر فاگ نے حسب معمول اپنی خوشی کو ظاہر نہ ہونے دیا۔

چونکہ فاگ اسی شام سان فرانسسکو روانہ ہونے والا تھا وہ فوراً اپنے نوکر کی تلاش میں باہر نکل گیا۔ انگریزی اور فرانسیسی سفارت خانوں سے بھی اس نے دریافت کیا مگر بے سود۔ آخر گلیوں اور بازاروں کی خاک چھانتا ہوا جب وہ تھک کر چور اور مایوس ہو گیا اور اسے اپنے نوکر کے ملنے کی کوئی امید نہ رہی تو اسے اتفاق کیسے یا خوش بختی کہ وہ اپنا دل بہلانے کی غرض سے بانکار کے تھیٹر میں پہنچ گیا فاگ پاسے پاسے پارٹوٹ کو اس کے عجیب و غریب اور بے سنگم لباس میں دیکھ کر اسے کبھی پہچان نہ سکتا۔ لیکن پاسے پاسے پارٹوٹ نے جس کی پشت زمین پر لگی ہوئی تھی اپنے آقا کو پہلی گیلری میں دیکھ لیا تھا۔ آقا کو دیکھتے ہی فرط حسرت سے اس کے جذبات میں فوری تحریک پیدا ہوئی۔

اس متحرک کی وجہ سے اس کی طویل ناک کا توازن اپنی جگہ قائم نہ رہا۔ جس کے نتیجے کے طور پر انسانی سروں کا مینار اس طرح گر پڑا جس طرح کوئی عالیشان عمارت شدید زلزلے کی وجہ سے پیوند زمین ہو جاتی ہے۔

اودہ نے پاسے پارٹوٹ کو باتوں باتوں میں بتایا کہ کس طرح وہ ہانگ کانگ سے ایک پارٹوٹ کشتی میں سوار ہوئے جس کا نام "شکا ڈیر" تھا۔ ایک شخص جس کا نام فکس تھا وہ بھی اسی کشتی میں سوار ہو گیا اور جب ہم شنگھائی کے قریب پہنچے تو خطرے کا سگنل دینے کے بعد ایک میل شیمپ ہمارے مدد کو پہنچا اور ہم اس میں سوار ہو گئے۔ فکس کا نام سن کر پاسے پارٹوٹ نے اپنا چہرہ متغیر نہ ہونے دیا کیونکہ وہ جانتا تھا کہ ابھی اپنے آقا کو یہ بتانا مناسب نہیں کہ اس کے اور سراغ رساں کے درمیان مسٹر فاگ کی ذات کے متعلق کیا گفتگو ہوئی۔ اس نے اپنی عدم موجودگی کا سارا الزام اپنے اوپر عائد کیا۔ اس کے پاس اگر کوئی غدر تھا تو صرف یہ کہ وہ ہانگ کانگ کے ایک چاندو خانے میں افیون کے کش

لگا کر مدہوش ہو گیا تھا۔ مسٹر فاگ نے اپنے ملازم کی داستان سن کر کوئی جواب نہ دیا بلکہ اسے زیادہ موزوں لباس خریدنے کے لیے کچھ روپیہ دے دیا۔

جو شیمپ یو کو ہامہ اور سان فرانسسکو کی ڈاک لے جایا کرتا تھا وہ پیسفک میل کمپنی PACIFIC

MAIL COMPANY کی ملکیت تھا۔ جہاز کا نام جنرل گرانٹ GENERAL GRANT تھا۔ مسٹر فاگ کو بہت

جلد معلوم ہو گیا کہ پچھوول سے چلنے والے اس تیز رفتار شیمپ کو بحیرہ اوقیانوس ATLANTIC OCEAN کے عبور کرنے میں اکتیس دن سے زیادہ عرصہ نہیں لگے گا۔

مسٹر فاگ کو یو کو ہامہ سے رخصت ہونے نو دن گزر چکے تھے۔ وہ زمین کے گرد چکر لگانے کی مہم کا

ٹھیک نصف حصہ ختم کر چکا تھا۔ جنرل گرانٹ "فی الحقیقت ۳۳ نومبر کو ایک سو اکیاسی "میریڈین" گزار چکا تھا۔

اور اس حساب کے مطابق وہ لندن کے بالکل مخالف سمت میں سفر کر رہا تھا۔ یہ صحیح ہے کہ فاگ اپنے

سفر کے اتنی دنوں میں سے ۵۲ دن صرف کر چکا تھا اور اس کے پاس صرف ۲۸ دن رہ گئے تھے

لیکن بقیہ سفر کے لیے اس کا راستہ بالکل صاف اور

حوالگی کے سہراہ تھیں۔ غرض گرفتاری کے سلسلے میں کوئی فوری کارروائی نہیں ہو سکتی تھی۔ دوسرے نفلوں میں گرفتاری کا معاملہ اب کھٹائی میں پڑ گیا۔

وارنٹ کے دیر میں ملنے کی وجہ سے فکس کو قدرتی طور پر پریشانی محسوس ہوئی۔ لیکن جب ناکامی کا یہ فوری اثر زائل ہو گیا تو اس نے اپنے دل کو یہ کہہ کر مطمئن کر لیا کہ اگرچہ وارنٹ یہاں بیکار ہو گیا ہے لیکن انگلستان میں یہی وارنٹ پھر کام دے گا۔ تاہم فکس نے یہی فیصلہ کیا کہ "جنرل گرانٹ" پر

سوار ہو کر وہ فاک کے ساتھ بدستور سائے کی طرح لگا رہے۔ وہ جہاز کے عرشے پر ہی تھا کہ مسٹر فاک بھی اودہ کے ساتھ جہاز پر سوار ہو گیا۔ فکس نے پاسے پارٹوٹ کو پہچان تو لیا مگر اسے یہ دیکھ کر سخت تعجب ہوا کہ اس نے بازی گر کا لباس پہن رکھا ہے۔ فکس بہت جلد اپنے کمرے میں چلا گیا تاکہ وہ پاسے پارٹوٹ کی نگاہ سے بچا رہے۔ کیونکہ اسے اس بات کا اندیشہ تھا کہ فاک کے فرانسیسی ملازم سے اس کی ملاقات کا انجام اس کے لیے اچھا ثابت نہیں ہوگا۔ جہاز میں مسافروں کی تعداد زیادہ ہونے کی وجہ سے فکس کو نظر

سیدھا تھا اور اس کے راستے میں روکاؤ ہیں ڈالنے کے لیے اب کوئی فکس نہ تھا۔

مگر فاک کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ فکس اب بھی سائے کی طرح اس کے ساتھ لگا ہوا ہے۔ وہ دراصل "جنرل گرانٹ" پر سوار تھا۔ یو کو ہامہ پہنچ کر سراغ رسان مسٹر فاک سے علیحدہ ہو گیا۔ جس کی نسبت اس کو یہ توقع تھی کہ وہ اس سے دن میں جب چاہے مل سکتا ہے۔ وہ فوراً انگریزی سفارت خانے پہنچا۔ وہاں اسے وہ وارنٹ مل گیا جس کی رو سے وہ فیکس فاک کو گرفتار کرنے کا مجاز تھا۔ یہ وارنٹ بیٹی سے روانہ ہو کر پہلے ہانگ کانگ پہنچا اور ہانگ کانگ سے اس کے نام جہاز "کیتھ" کی معرفت بھیجا گیا تھا۔ وارنٹ کے مل جانے پر فکس کو بجائے اعلیٰان اور خوشی کے شدید مایوسی محسوس ہوئی۔ کیونکہ وارنٹ اب کاغذ کے ایک ردی ٹکڑے سے زیادہ وقعت نہ رکھتا تھا۔ شکار اس کے ہاتھ سے نکل چکا تھا۔ یعنی فاک اب انگریزی علاقے میں نہیں تھا۔ اب فاک صرف اسی صورت میں گرفتار ہو سکتا تھا کہ غیر ملکی حکومت اسے انگریزی حکومت کے حوالہ کر دے۔ کئی مشکلات اس

بچا کر آسانی سے اپنے کمرے میں جانے کا موقع مل گیا تھا۔

لیکن کمرے کی ماں کب تک خیر مناتی۔ جہاز کے اگلے حصے کے عرشے پر فلکس اور پاسے پارٹوٹ دونوں کی مڈ بھیڑ ہو گئی۔ پاسے پارٹوٹ نے فلکس کو دیکھتے ہی آؤ دیکھا نہ تاؤ گھونسوں اور ٹکوں سے اس کی ایسی تواضع کی کہ سراغ رمان کو چھٹی کا دودھ یاد آ گیا۔ جو مسافر پاس کھڑے ہوئے تھے ان کے لیے یہ ایک دلچسپ تماشا تھا۔ جب پاسے پارٹوٹ اپنے دل کا بخار نکال چکا تو فلکس کھڑا ہو گیا۔ اس کے سر کے بال بھی اسی طرح بکھر گئے جس طرح افیون کے اثر سے پاسے پارٹوٹ کے بال بکھر گئے تھے۔ فلکس نے اپنے حریف کی طرف سر دھری سے مخاطب ہو کر کہا: "کیا تم اپنا کام کر چکے ہو؟"

"ہاں سر دست میں تمہاری کافی مرمت کر چکا ہوں۔ تو اچھا اب میری ایک بات سنو۔"

"لیکن....."

"میں جو کچھ کہنا چاہتا ہوں اس میں تمہارے آقا

ہی کا فائدہ ہے۔"

سراغ رمان کی نظر فریب متانت اور معقولیت سے پاسے پارٹوٹ پھر ایک لمحہ کے لیے اس کے چکے میں آ گیا۔ دونوں ایک نیچ پر بیٹھ گئے۔ فلکس نے پاسے پارٹوٹ سے کہا: "دوست! آج تم نے میری خوب مرمت کی ہے۔ مجھے پہلے ہی توقع تھی کہ تم میرے ساتھ یہی سلوک کرو گے۔ اب سنو! اس وقت تک میں ہر ممکن طریقہ سے مسٹر فاگ کی مخالفت کرتا رہا ہوں۔ لیکن آئندہ میں اس کی حمایت کروں گا۔"

پاسے پارٹوٹ نے کسی قدر جوش سے کہا کہ آخر تمہاری آنکھیں کھل گئیں اور تم ایک صحیح نتیجے پر پہنچ گئے ہو۔ تمہیں یقین ہو گیا ہے کہ مسٹر فاگ ایک متدین اور راست باز آدمی ہے۔"

فلکس نے متانت سے جواب دیا کہ میں اسے متدین اور راست باز آدمی نہیں سمجھتا۔ میں اب بھی اسے دغا باز اور چور سمجھتا ہوں۔ ٹھہرو۔ غصے میں نہ آؤ۔ مجھے اپنی بات ختم کر لینے دو۔ جب تک مسٹر فاگ انگریزی علاقے میں تھا مہل فائدہ اسی میں تھا کہ میں اس کے راستے میں رکاوٹ ڈالنا اپنا فرض سمجھوں جب تک اس کی گرفتاری کا وارنٹ نہ پہنچ جائے۔ میں نے اس وقت تک جو

کچھ کیا ہے صرف اسی مقصد سے تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے ہی بمبئی کے مذہبی پیشواؤں کو تمہارا سراغ لگانے کے لیے کھلتے بھیجا۔ میں نے ہی ہانگ کانگ میں تمہیں افیون پلائی تاکہ تم بے ہوش ہو جاؤ۔ میں نے ہی تمہیں تمہارے آقا سے جڑا کر دیا اور اس طرح وہ بوکوہامہ جانے والے شیر سے رہ گیا۔
پاسے پارٹوٹ غصے سے اپنی منٹھیوں کو بھینچتا ہوا فلکس کی باتوں کو سنتا رہا۔

فلکس نے اپنی باتوں کا سلسلہ جاری رکھتے ہوئے کہا کہ مسٹر فاک انگلستان واپس جا رہا ہے۔ میں لندن تک اس کا پیچھا کروں گا لیکن آئندہ میں ان رکاوٹوں کو جو اس کے راستے میں پیش آئیں گی دور کرنے کے لیے اسی طرح زحمت اٹھاؤں گا۔ جس طرح میں اب تک اس کے راستے میں روڑے اٹکانے کا فرض ادا کرتا رہا ہوں۔ غرض میں نے اپنا کھیل اب بدل دیا ہے اور میں نے اپنے فوائد اور سہولتوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے اپنی تجاویز بدل دی ہے۔ مقصد تمہارا بھی وہی ہے۔ جو میرا ہے کیونکہ یہ حقیقت تمہیں انگلستان پہنچ کر ہی معلوم ہوگی کہ آیا تم ایک دغا باز اور بے ایمان آدمی

کے ملازم ہو یا ایک متدین اور راست باز شخص کے نوکر ہو۔

پاسے پارٹوٹ نے بڑے غور سے فلکس کی باتیں سنیں اور اسے یقین ہو گیا کہ فلکس کافی الحقیقت وہی مقصد ہے جو اس نے بیان کیا ہے۔ اس کے بعد فلکس نے پاسے پارٹوٹ سے دریافت کیا: کیا اب ہم ایک دوسرے کے دوست نہیں ہیں؟ پاسے پارٹوٹ نے جواب دیا: دوست؟ نہیں! ہم دوست نہیں بن سکتے ہاں ایک دوسرے کے حلیف یا مددگار بن سکتے ہیں لیکن اس بات کا خیال رکھنا کہ اگر تمہاری کسی کارروائی سے دغا یا فریب کی خفیہ سی علامت بھی نظر آتی تو تمہاری گردن کی خیر نہیں۔ میں اپنے دشمن سے انتقام لینا جانتا ہوں اور انتقام کا سبق بھی تم ہی نے دیا ہے۔

”منظور:“ سراغ رسان نے خاموشی سے جواب دیا۔
گیارہ دن کے بعد ۳ دسمبر کو ”جنرل گرانٹ“ گولڈن گیٹ GOLDEN GATE میں داخل ہو گیا۔ یہ وہ مقام ہے جہاں سے جہاز سان فرانسسکو کو جاتا ہے۔ صبح کے ۷ بجے مسٹر فاک اور اس کی پارٹی نے براعظم امریکہ کی سرزمین پر قدم رکھا۔ جنرل گرانٹ نے اپنا سفر ایسی خوبی سے طے کیا کہ اس کی

بدولت اس وقت تک فاک نے اپنے سفر کے دوران نہ تو کوئی دن حاصل کیا اور نہ کوئی دن ضائع ہوا۔ مسٹر فاک نے جہاز سے اترتے ہی پہلے یہ دریافت کیا کہ دوسری گاڑی نیویارک کو کتنے بجے روانہ ہونی ہے۔ گاڑی ۶ بجے شام کے وقت روانہ ہوتے والی تھی ان کے پاس پورا ایک دن تھا۔ جس میں وہ کیلی فورنیا کے دارالحکومت کے مشہور مقامات بڑی آسانی سے دیکھ سکتے تھے۔ فاک نے اپنے اور اودہ کے لیے کرایہ کی ایک گاڑی لی۔ پاسے پارٹوٹ کو چبان کے ساتھ بیٹھ گیا۔ وہ پہلے انٹرنیشنل ہوٹل INTERNATIONAL HOTEL پہنچے جو اس مشہور شہر کے ہوٹلوں میں عظمت اور اہمیت کے اعتبار سے ایک امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔ صبح کے ناشتے کے بعد مسٹر فاک اودہ کے ساتھ انگریزی سفارت خانے میں گیا۔ جہاں اس نے اپنے پاسپورٹ کی تصدیق کرائی۔ سفارت خانے کی عمارت سے نکلتے ہی فاک کو اس کا فرانسیسی ملازم بلا جس نے اپنے آقا کے سامنے یہ تجویز پیش کی کہ ٹرین میں سوار ہونے سے پہلے یہ زیادہ مناسب ہوگا اگر ہم کچھ ان فیلڈ ENFIELD رائفلیں اور کولٹ COLT کے ریوالور خریدیں

لیں۔ پاسے پارٹوٹ کو معلوم ہو گیا تھا کہ ہسپانوی قزاقوں کی طرح سیوکس SIOUX اور پانی انڈین PAWNEE INDIANS لوگ (امریکہ کے اصلی باشندے) ٹرین کو روک کر مسافروں کو ٹوٹا شروع کر دیتے ہیں۔ گو مسٹر فاک نے اس احتیاط کو غیر ضروری خیال کیا لیکن اس کے ساتھ اس نے پارٹوٹ سے کہہ دیا کہ اگر وہ یہ چیزیں خریدنا چاہتا ہے تو اسے کوئی اعتراض نہیں۔ فلیکس فاک نے ابھی دو سو قدم سے زیادہ فاصلہ طے نہیں کیا ہوگا کہ اسے فکس ٹریغ رسالہ سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ فاک نے اس بات پر بڑے تعجب کا اظہار کیا کہ اگرچہ ہم نے ایک ہی جہاز میں بحر الکہل کا طویل سفر کیا ہے۔ لیکن آٹھنیں ایک دوسرے سے ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔ مسٹر فاک اب تک اس حقیقت سے بے خبر تھا کہ جو شخص ایک عام مسافر کی طرح فاک کو اپنی اس اتفاقی ملاقات کا یقین دلانے کی کوشش کر رہا تھا وہ اس کا بدترین دشمن ہے۔ فکس نے فاک سے صاف الفاظ میں اس امر کا اعتراف کیا کہ ”مجھے ایک ایسے جنٹلمین کی ملاقات کا شرف حاصل ہوا ہے جس کا میں پہلے ہی زیر بار احسان ہوں۔ میں تجارتی کاروبار کے سلسلے

تیرھواں باب

ٹرین پر ریڈ اینڈین وحشیوں کا حملہ

مگراڈ ٹرنک لائن جو ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے وسیع ترین علاقے کو عبور کرتی ہے ریلوے کی دو بڑی لائنوں پر مشتمل ہے۔ ایک "سنٹرل پیسیفک" ہے جو سان فرانسسکو اور آگڈن OGDEN کے درمیان واقع ہے۔ آگڈن امریکہ کی ریاست اوٹا UTAH میں گریٹ سالت لیک GREAT SALT LAKE کے مشرقی جانب قریباً پچاس میل کے فاصلے پر ایک آباد اور بارونق شہر ہے) دوسری بڑی لائن آگڈن اور اوماہا OMAHA کے درمیان یونین پیسیفک UNION PACIFIC ہے۔ اوماہا دریائے مسوری MISSOURI کے دائیں کنارے امریکہ کی ریاست نبراسکا NEBRASKA میں واقع ہے اوماہا سے پانچ ٹرنک لائنیں نکلتی ہیں۔ انہی لائنوں کے ذریعہ سے نیویارک کے ساتھ ریلوے کے مسافروں کی آمد و رفت کا سلسلہ قائم ہے۔ غرض ۸۶ ۳۷ میل سے زیادہ لمبی آہنی سڑک نے سان فرانسسکو اور نیویارک کو بغیر کسی

میں یورپ جا رہا ہوں اور یہ بات میرے لیے باعثِ فخر ہے کہ مجھے آپ کی پارٹی کے بامذاق افراد کے ساتھ سفر کرنے کا موقع مل گیا ہے۔

مسٹر فاگ نے جواب دیا کہ یہ ملاقات میری عزت افزائی کا باعث ہے۔ فکس نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے مسٹر فاگ سے درخواست کی کہ اسے شہر کے دلچسپ مقامات دیکھنے کے لیے ساتھ چلنے کی اجازت دی جائے۔ فاگ نے اپنے "بدترین دشمن" کی اس درخواست کو خندہ پیشانی سے منظور کر لیا۔ اس درخواست کا اصل مقصد یہ تھا کہ اس کا شکار اس کی آنکھوں سے اوجھل نہ رہے۔ بخوڑی دیر کے بعد فاگ اپنی پارٹی کے ساتھ کھانا کھانے کے لیے ہوٹل واپس چلا گیا۔ کھانے سے فارغ ہو کر وہ ریلوے اسٹیشن گئے جہاں انھیں معلوم ہو گیا کہ پیسیفک ریلوے کی ٹرین پونے چھ بجے روانہ ہو جائے گی۔

پر حملے کی خبریں گاڑی کے اگلے حصے سے معلوم ہوئیں۔ ٹرین کی درمیانی گاڑیوں کے مسافروں پر دہشت طاری ہو گئی اور انہوں نے محسوس کیا کہ ان کی زندگی خطرے میں ہے۔

فکس اور فاک ریوالور ہاتھ میں لیے انجن کی طرف دوڑے گئے۔ تمام گاڑیوں کے مسافروں کے لیے ایک سرے سے دوسرے سرے تک راستہ بنا ہوا تھا۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ سیوکس کے ایک گروہ نے ٹرین پر حملہ کر دیا ہے۔ ریڈ انڈین چلتی ٹرین کے فٹ بورڈ FOOTBOARD (پائیدان) پر چڑھ کر انجن ڈرائیور کے پاس جا پہنچے۔ حملہ آوروں نے ڈرائیور اور سٹوکر STOKER پر اس قدر ڈنڈے برسائے کہ وہ زخمی ہو کر گر پڑے۔ ایک ڈاکو نے جو ان کا سردار معلوم ہوتا تھا ٹرین کو روکنے کی کوشش کی۔ چونکہ وہ یہ نہیں جانتا تھا کہ "ریگولیٹر" REGULATOR سے کس طرح کام لیا جاتا ہے، اس نے سلیم بند کرنے کی بجائے پوری سلیم چھوڑ دی۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انجن خوفناک رفتار سے ہوا کی طرح اڑا ہوا رہا تھا۔ مسافروں نے وحشیوں سے دست بدست لڑائی

ڑکاوٹ کے ایک دوسرے سے وابستہ کر رکھا ہے۔ پہلے زمانے میں ایک مسافر کو خوشگوار اور مساعد حالات میں بھی مذکورہ بالا فاصلہ طے کرنے کے لیے صبر اور تحمل سے کام لینا پڑتا تھا اور کم سے کم چھ ماہ صرف ہو جاتے تھے۔ لیکن اب بھی فاصلہ سات دن سے بھی کم عرصہ کے اندر طے ہو جاتا ہے کیلی فورنیا میں اوہاما اور سیرانووا SIERRA NEVADA کے درمیان وسیع میدانی علاقے کا ایک بڑا حصہ ریلوے کے مسافروں کے لیے بڑا خطرناک ہے۔ کیونکہ اس علاقے میں ریڈ انڈین (امریکہ کے اصلی باشندے) اور جنگلی جانور دونوں مسافروں پر حملہ کرتے ہیں۔

مشر فاک کو یہ امید تھی کہ وہ اپنی پارٹی کے ساتھ سات دنوں میں نیویارک پہنچ جائے گا۔ اور اسے ۱۱ نومبر کو وقت پر اور پول جانے والے ٹیکس میں سوار ہونے کا موقع مل جائے گا۔ مگر فاک کی یہ امید بر نہ آئی۔ وہ تین دن اور تین رات کے سفر میں ۱۳۸۲ میل کا سفر طے کر چکے تھے کہ دفعۃً وحشیانہ چیخوں کی آواز نے انہیں چوکتا کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی انہوں نے ہینٹول کے فائر کی آواز سنی۔ انہیں ٹرین

جب اسے ایک گولی لگی تو وہ سخت زخمی ہو گیا۔
گرنے سے پہلے اس نے چلا کر کہا کہ اگر پانچ منٹ
کے اندر گاڑی نہ روکی گئی تو ہم سب تباہ ہو
جائیں گے۔

فلپس فاگ نے گاڑی سے نکل کر کہا: ٹرین روک
دی جائے گی۔ اس موقع پر پانسے پارٹوٹ نے چلا کر
کہا: جناب! وہیں ٹھہر جاتے۔ یہ میرا کام ہے: فاگ
کے پاس اتنا وقت نہیں کہ اپنے فرانسیسی ملازم کو
روکے۔ پانسے پارٹوٹ حملہ آوروں کی آنکھوں سے
اوجھل ہو کر گاڑی کا ایک دروازہ کھولنے میں کامیاب
ہو گیا۔ وہ گاڑی کے نیچے زنجیروں کے سہارے ایک
گاڑی سے دوسری گاڑی تک انجن کی طرف ریگتا ہوا
گیا اور جبریت انگیز سرگرمی اور مستعدی سے انجن کے
ساتھ والی گاڑی میں پہنچ گیا۔ اس کے بعد یلچ دیں
اور ٹنڈر کے درمیان ایک ہاتھ سے ٹک کر اس نے
گاڑیوں کو ملانے والی زنجیریں تو کھول دیں لیکن موٹے
سلسلے کے پیچ کو جو گاڑیوں کو ایک دوسرے سے
ملاتا ہے یہ کھولنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ لیکن خوش قسمتی
سے انجن کا پچھلا حصہ جس میں کوئلہ جمع رکھا جاتا ہے۔

میں بہادری کے ساتھ اپنے آپ کو بچایا۔ حملہ آور
وحشیوں نے ان متحرک قلعوں کا محاصرہ کر لیا۔ گاڑی
اس وقت سو میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جا رہی تھی۔
اس خوزیز ہنگامے میں بیس سیوکس ہلکے طور پر زخمی
ہو گئے یا گاڑی کے پیسوں کے نیچے کچلے گئے۔ بہت
سے مسافروں کو شدید چوہیں آئیں اور وہ اپنی نشستوں پر
بے بسی کی حالت میں لیٹے ہوئے تھے۔

صورت حال اس امر کی مقتضی تھی کہ جس قدر جلد
ممکن ہو وحشیوں پر قابو پانے کی کوشش کی جائے۔
اس خوزیز ہنگامے کو شروع ہونے دس منٹ گزر چکے
تھے۔ اگر ٹرین کو روکا نہ گیا تو وحشی حملہ آور اپنے
مقصد میں کامیاب ہو جائیں گے یعنی کوئی مسافر ان
کی لوٹ مار سے محفوظ نہیں رہے گا۔

فدٹ کبارنی کا ٹیشن دو میل سے زیادہ فاصلے
پر تھا۔ جہاں امریکی سپاہیوں کا ایک دستہ موجود تھا۔
لیکن اگر ٹرین اس اسٹیشن سے آگے نکل گئی تو حملہ آور
وحشی دوسرے اسٹیشن تک پہنچنے سے پہلے ٹرین پر قابض
ہو جائیں گے۔ ٹرین کا گارڈ مسٹر فاگ کے ساتھ غیر معمولی
بہادری کے ساتھ حملہ آوروں کا مقابلہ کر رہا تھا لیکن

سے انجن کے ایک اتفاقی جھٹکے سے یہ سلاح ٹوٹ گیا اور گاڑیاں انجن سے جو اڑا جا رہا تھا، علیحدہ ہو گئیں۔ اس علیحدگی کے باعث انجن کی رفتار اور زیادہ بڑھ گئی۔ گاڑیوں کی رفتار بتدریج کم ہوتی گئی لیکن جب گاڑیوں کے اندر سے بریکیں BREAKS لگا دی گئیں تو ٹرین فورٹ کیارنی کے سٹیشن سے سو فٹ کے فاصلے پر ٹھہر گئی۔

قلعہ کے سپاہی فائر کی آواز سن کر ٹرین کی طرف دوڑے گئے۔ وحشی حملہ آوروں کو یہ توقع نہ تھی کہ اسٹیشن پر امریکن سپاہی موجود ہوں گے۔ اس لیے وہ سپاہیوں کو دیکھتے ہی فرار ہو گئے۔ جب اسٹیشن کے پیٹ فارم پر مسافروں کی گنتی ہوئی تو معلوم ہوا کہ تین مسافر جن میں پائے پارٹوٹ بھی شامل تھا غائب ہیں۔ مگر کوئی شخص یہ نہیں بتا سکتا تھا کہ آیا یہ تین مسافر لڑائی میں مارے گئے ہیں یا وہ وحشی حملہ آوروں کی قید میں ہیں۔ کئی مسافر اس ہنگامے میں زخمی ہو گئے۔ لیکن ان کے زخم ہلکے نہیں تھے۔ اودہ کا بال تک بھی بیکا نہیں ہوا تھا۔ فلیاس فاگ ایک بہادر سپاہی کی طرح وحشیوں سے لڑتا رہا مگر اس کا

جسم ایک معمولی خراش سے بھی واندار نہ ہوا۔ فکس کا بازو البتہ خفیف طور پر زخمی ہو گیا۔ لیکن پائے پارٹوٹ غائب تھا۔ نوجوان بیوہ وفادار فرانسیسی ملازم کے متعلق یہ خبر سن کر غم میں مبتلا ہو گئی۔ اس کی آنکھوں سے آنسو بہ رہے تھے۔

مسٹر فاگ اپنے فرانسیسی خادم کے متعلق یہ انناک خبر سن کر بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ اُس کے سامنے ایک نہایت اہم سوال تھا۔ اودہ اس کے پاس کھڑی تھی۔ اس نے فاگ کے چہرے کو ایک لفظ کہے بغیر ایک خاص انداز سے دیکھا لیکن فاگ سمجھ گیا کہ اودہ کے دل میں اس وقت کیا خیالات گزر رہے ہیں۔ اگر اس کا فرانسیسی نوکر وحشی حملہ آوروں کی قید میں ہے تو کیا اس کا یہ فرض نہیں ہے کہ وہ اسے "ریڈ انڈین" لوگوں سے بچانے کے لیے ہر قسم کا خطرہ برداشت کرنے کے لیے تیار ہو جائے۔ اس نے اپنی معمولی متین آواز میں کہا: "میں پائے پارٹوٹ کو خواہ وہ زندہ ہے یا مردہ، ڈھونڈ نکالوں گا۔ اس نے اس مہم کے شروع کرنے میں ذرا تامل سے کام نہ لیا جس کی انجام دہی اس کے دل کی آواز کے

مطابق اس کا فرض تھی۔ حالانکہ وہ جانتا تھا کہ ایک دن کی تاخیر سے وہ نیویارک سے اورپول جانے والے شیمز میں نشست حاصل کرنے کا موقع کھو دے گا اور وہ بازی بھی ہار جائے گا جس کے سلسلے میں اس نے اس قدر مصائب برداشت کیے ہیں۔ قلعہ کیلارنی کا کمان افسر وہاں موجود تھا اور جو باتیں وہ دھیمی آواز میں اپنے دل سے کہہ رہا تھا وہ اس کے کان تک جا پہنچی تھیں۔ کمان افسر نے ان باتوں سے متاثر ہو کر ذرا بلند آواز سے کہا: مسٹر فاگ! تم اپنے نوکر کی تلاش کے لیے تنہا نہیں جاؤ گے! اُس نے اپنے سپاہیوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ "اس کام کے لیے تمیں والٹیر چاہئیں۔" فوج کی ساری کمپنی اپنے کمان افسر کا یہ حکم سن کر ایک آدمی کی طرح اس کے سامنے کھڑی ہو گئی۔ کمپنی کے کیپٹن نے تیس سپاہی منتخب کیے جن کا قائد ایک مستقل مزاج اور قابل اعتماد معزز سارجنٹ تھا۔ مسٹر فاگ نے کیپٹن کا شکریہ ادا کیا۔ چند منٹ کے بعد مسٹر فاگ نے اودہ سے ہاتھ ہلائے۔ اپنا قیمتی تھیلا اس کے حوالے کیا اور سارجنٹ اور اس کے چھوٹے دستے کے ساتھ اپنی

مہم پر روانہ ہو گیا۔ لیکن روانہ ہونے سے پہلے اس نے سپاہیوں سے کہا: "میرے دوستو! اگر ہم قیدیوں کی رہائی میں کامیاب ہو گئے تو میں اپنے رفقاءے کار میں ایک ہزار پاؤنڈ تقسیم کر دوں گا۔ دوپہر ڈھل چکی تھی۔ شام کا وقت قریب آ رہا تھا۔ اور سپاہیوں کا چھوٹا سا دستہ واپس نہیں لوٹا تھا۔ کیا سپاہی وحشی حملہ آوروں تک پہنچ گئے ہیں؟ کیا سپاہیوں کی ان کے ساتھ لڑائی ہو رہی ہے یا وہ ابھی تک جنگل میں پھر رہے ہیں اور خود بھی گم ہو گئے ہیں؟ ان خیالات یا اندیشوں کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر تھا۔

اودہ کی حالت خاص طور پر قابلِ رحم تھی۔ علم پریشانی اور بے چینی کی وجہ سے اس کے دل میں پاسے پار ٹوٹ کے متعلق ایسے خیالات پیدا ہو رہے تھے جن سے اس کی رُوح کو تکلیف پہنچتی تھی۔ وہ ساری رات ادھر ادھر پھرتی رہی۔ بیسیوں خطرات کے امکان نے اس کے دل و دماغ پر تسلط جما رکھا تھا۔ فکس بھی بے چین اور پریشان تھا اور وہ سو نہ سکا۔ رات گزر گئی۔ کمپنی کے کیپٹن کو اس قدر تشویش اور

بے چینی محسوس ہوئی کہ اس نے اپنے لفٹیننٹ کو بلوایا اور وہ اسے جنگل کے جنوبی علاقے کی طرف گشت لگانے کا حکم دینے ہی والا تھا کہ اُسے بڑے زور کی آوازیں سنائی دیں۔ سپاہی قلعہ سے باہر نکل آئے اور انھوں نے دیکھا کہ نصف میل سے کم فاصلے پر فوجی دستہ مسٹر فاگ کی زیر قیادت باقاعدہ واپس آ رہا ہے اور پاسے پار ٹوٹ مسٹر فاگ کے ساتھ ہے۔ دوسرے دو مسافر بھی ریڈ انڈین حملہ آوروں سے چھڑا لیے گئے۔ قلعہ سے قریباً دس میل کے فاصلے پر فوجی دستے نے حملہ آوروں کا مقابلہ کیا اور ان کے گروہ کو تتر بتر کر دیا۔

جب تینوں مسافر اور فوجی دستے کے سپاہی واپس پہنچے تو ان کا خوشی کے نعروں سے خیر مقدم کیا گیا۔ فلیپس نے اپنے وعدے کے مطابق سپاہیوں میں ایک ہزار پاؤنڈ انعام تقسیم کیا۔ پاسے پار ٹوٹ رسیدھا ٹرین دیکھنے کے لیے اسٹیشن پہنچا۔ مگر ٹرین جا چکی تھی۔ ڈرائیور اور سٹوکر جب ہوس میں آئے تو انھوں نے فوراً انجن کو روک لیا اور اسے اسٹیشن واپس لائے تاکہ اسے ٹرین کے ساتھ لگا دیا جائے۔ آخر

ٹرین روانہ ہو گئی اور خبر نہیں اولا تا تک پہنچنے کے لیے وہ کتنا سفر طے کر چکی ہے۔ چند منٹوں کے بعد پاسے پار ٹوٹ جب اسٹیشن سے واپس آیا تو اُس نے دریافت کیا "ٹرین! ٹرین کہاں ہے؟" "چلی گئی۔ فلیپس نے جواب دیا۔"

"اور دوسری ٹرین کب روانہ ہوگی؟" فلیپس فاگ نے دریافت کیا۔
"آج شام کو روانہ ہوگی۔"

چودھواں باب

برفانی گاڑی کا سفر

مسٹر فگ کو اپنی ڈاڑھی سے معلوم ہو گیا کہ وہ اپنے پروگرام سے بیس گھنٹے پیچھے رہ گیا ہے۔ پاسے پار ٹوٹ جسے یہ محسوس ہو رہا تھا کہ اس تاخیر کا باعث وہ خود ہے بڑا مایوس اور غمزہ نظر آتا تھا۔ اسے رہ رہ کر یہ خیال آتا تھا کہ اُس نے بلا شک و شبہ اپنے آقا کو تباہ کر دیا ہے۔ اس موقع پر سٹراغساں مسٹر فگ کے پاس آیا اور اس سے کہا: جناب! کیا یہ واقعی سچ ہے کہ آپ وقت کے ضائع ہو جانے سے بڑے پریشان ہیں اور آپ کے لیے یہ نہایت ضروری ہے کہ آپ ار نومبر کو نیویارک پہنچ جائیں تاکہ شام کے ۹ بجے سے پہلے آپ اس شہر میں سوار ہو سکیں جو اور پول کو جاتا ہے۔

"ار نومبر کو میرا نیویارک پہنچ جانا نہایت ضروری

ہے۔"

"اور اگر آپ کے سفر میں ریڈ انڈین حملہ آوروں کا واقعہ پیش نہ آتا تو آپ ار نومبر کی صبح کو نیویارک پہنچ جاتے؟"

"اگر میں ار نومبر کی صبح کو نیویارک پہنچ جاتا تو میں قریباً بارہ گھنٹے بچا لیتا۔"

"اب آپ بیس گھنٹے پیچھے رہ گئے ہیں۔ بارہ اور بیس گھنٹوں میں آٹھ کا فرق ہے۔ آپ کو آٹھ گھنٹوں کی کمی پوری کرنی ہے۔ کیا آپ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے تیار ہیں؟"

"وہ کیسے؟ پیدل چل کر؟ فگ نے جواب دیا۔

"پیدل نہیں، سیلج SLEDGE (برف پر چلنے والی گاڑی) پر۔ ایک آدمی نے میرے سامنے یہ تجویز پیش کی ہے کہ میں آپ کو سیلج پر لے جانے کے لیے تیار ہوں؟" فلکس نے کہا۔

گذشتہ رات ایک آدمی نے فی الحقیقت فلکس کے سامنے یہ تجویز پیش کی تھی کہ وہ انہیں سیلج میں بٹھا کر چند گھنٹوں کے اندر اوانا تک پہنچا دے گا۔

جہاں سے شکاگو اور نیویارک تک ٹرینوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ مگر فلکس نے اس وقت انکار

اسے کوئی حادثہ پیش نہ آیا سہ پہر کے ایک بجے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جانا چاہیے۔ ابھی ایک نہیں بچا تھا کہ مچ MUDGE نے برف سے ڈھکی ہوئی چھتوں کو دیکھ کر مسافروں کو اطلاع دی۔ "صاحبان! آگیا اولہا"۔

مسافر گاڑی سے اتر کر سیدھے سٹیشن پہنچے جہاں سے ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے مشرقی حصے کے ساتھ بہت سی ٹرینوں کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ ٹرین ان کے لیے پہلے ہی تیار کھڑی تھی۔ فاگ نے مچ کو معقول معاوضہ ادا کرتے ہوئے اس کا گرجوشتی سے شکریہ ادا کیا۔ اس کے بعد فاگ اپنی پارٹی کے ساتھ گاڑی میں سوار ہو گیا۔ دوسرے دن یعنی ۱۰ دسمبر کو وہ شکاگو پہنچ گئے۔ شکاگو سے نیویارک کا فاصلہ نو سو میل ہے۔ شکاگو سے بھی بہت سی ٹرینیں مشرقی علاقے کی طرح جاتی ہیں۔ مسٹر فاگ اپنی پارٹی کے ساتھ گاڑی سے اتر کر اسی وقت دوسری گاڑی میں بیٹھ گیا۔ پٹسبرگ شکاگو لائن PITTSBURG CHICAGO LINE کی یہ ٹرین پوری رفتار کے ساتھ روانہ ہو گئی۔ ۱۱ دسمبر کو شام کے سوا گیارہ بجے ٹرین ایک سٹیشن پر ٹھہر

کر دیا تھا۔ آخر ٹکس کے مشورے کے مطابق مسٹر فاگ اور اس عجیب و غریب گاڑی کے مالک کے درمیان معاملہ طے ہو گیا۔ یہ گاڑی برفانی علاقے میں چلتی ہے اور جب ہوا موافق ہو تو وہ بڑے بادبانوں کے ذریعہ سے بہت تیز رفتار کے ساتھ اپنا سفر طے کرتی ہے۔ اس گاڑی میں پانچ یا چھ آدمی بیٹھ سکتے تھے۔ اس وقت مغرب سے تیز ہوا چل رہی تھی اور برفانی سڑک بھی صاف تھی۔ گاڑی کے مالک مسٹر مچ MUDGE نے مسٹر فاگ کو اطمینان دلایا کہ وہ انہیں چند گھنٹوں کے اندر اولہا پہنچا دے گا۔

۸ بجے سیلج گاڑی روانہ ہونے کے لیے تیار تھی۔ مسافر اس عجیب و غریب گاڑی میں بیٹھ گئے۔ انہوں نے اچھی طرح اپنے آپ کو کبلوں میں پیٹ لیا۔ بادبان چھوڑ دیئے گئے۔ روانگی سے چند منٹ کے بعد گاڑی کی رفتار فی گھنٹہ چالیس میل تک پہنچ گئی۔ پھر برفانی سڑک پر۔ برف پتھر کی طرح سخت جی ہوئی تھی۔ قلعہ کیارنی سے اولہا تقریباً دو سو میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ اگر ہوا کی رفتار اسی طرح جاری رہی جس طرح سیلج کی روانگی کے وقت تھی تو گاڑی کو بشرطیکہ

گئی جو دریائے ہڈسن HUDSON کے دائیں کنارے پر واقع ہے اور اسی گودی کے سامنے جس کا تعلق "کیونارڈ لائن" CUNARD LINE سے ہے جو اس وقت برٹش اینڈ نارٹھ امریکن رائل میل سٹیم لکینی کے نام سے مشہور تھی۔ فاگ کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ جہاز "چائنا" فاگ اور اس کے ساتھیوں کے پہنچنے سے پون گھنٹہ پہلے یورپول روانہ ہو چکا ہے۔

جہاز کے بر وقت نہ ملنے سے پاسے پارٹوٹ کو بہت رنج ہوا۔ اگر وہ ۴۵ منٹ پہلے پہنچ جاتے تو وہ چائنا جہاز میں سوار ہو سکتے تھے۔ اس نے اس تاخیر کو شدت سے محسوس کیا کیونکہ اسی کی وجہ سے یہ تاخیر اس کے آقا کی پریشانی اور بے چینی کا باعث ہوئی۔ لیکن فاگ نے علامت کا ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکالا۔ اس نے اپنے نوکر کی طرف مخاطب ہو کر صرف اسی قدر کہا: "ہیں کل اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ ہمارے لیے بہترین طریق کار کیا ہو سکتا ہے۔ چلو میرے ساتھ۔"

دوسرے دن ۱۲ دسمبر کی تاریخ تھی۔ اس دن صبح کے ۷ بجے سے شام کے ۸ بج کر ۴۵ منٹ تک ۲۱ دسمبر

کو ۹ دن ۱۳ گھنٹے اور ۴۵ منٹ کا وقت بنتا تھا۔ اگر غلیاس کو چائنا میں سوار ہونے کا موقع مل جاتا تو وہ ٹھیک وقت پر لندن پہنچ جاتا۔ صبح کے ناشتے کے بعد وہ ہوٹل سے روانہ ہوا اور ہڈسن کے ساحل تک پہنچ گیا۔ اس نے تمام جہازوں کو غور سے دیکھا جو گودی میں کھڑے تھے۔ اور یہ معلوم کرنا چاہا کہ آیا کوئی جہاز یورپول جانے والا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ ناکامی اس کے مقدر میں لکھی ہے۔ وہ اسی شش و پنج میں تھا کہ اس نے ساحل سے کچھ فاصلے پر ایک سٹیمر دیکھا جس کی چیمنی سے دھواں نکل رہا تھا۔ اس دھوئیں سے فاگ نے یہ نتیجہ نکالا کہ جہاز روانہ ہونے والا ہے۔ وہ بغیر کسی توقف کے ایک کشتی کے ذریعہ سے چند منٹوں کے اندر سٹیمر "ہینریٹا" پر پہنچا۔ مسٹر فاگ اس کے کپتان سے ملا اور چند دریافت طلب امور کے بعد جہاز کے کپتان سے یہ پوچھا کہ کیا تم مجھے اور میرے تین ساتھیوں کو یورپول لے جا سکتے ہو؟ کپتان نے نفی میں جواب دیتے ہوئے کہا کہ یہ جہاز بورڈو جانے گا اور میں بورڈو جا رہا ہوں۔ اس کے بعد فاگ اور کپتان میں ذیل کی گفتگو ہوئی:-

”کیا تم کسی شرط پر بھی جانے کے لیے تیار ہو؟“
 دوسری مری سے ”میں کسی شرط پر جانے کے لیے
 تیار نہیں۔“

”ہینریٹا“ کے مالک ...

”اس جہاز کا مالک میں ہوں۔ یہ میرا جہاز ہے۔“
 ”میں سارے جہاز کا کرایہ دینے کے لیے تیار ہوں۔“
 ”نہیں جناب مجھے یہ منظور نہیں۔“

”پھر میں اس کے خریدنے کے لیے تیار ہوں۔“
 ”میں اسے فروخت کرنا نہیں چاہتا۔“

لیکن گفتگو کے پاس انگریز نتیجے کا فاک کے چہرے
 پر کوئی اثر نہ پڑا۔ لیکن معاملہ ایک نازک صورت اختیار
 کر چکا تھا۔ اب تک وہ تمام مشکلات روپے کی طاقت
 سے حل کر لیا کرتا تھا۔ اس مرتبہ روپے کی طاقت بھی
 بے سود ثابت ہوئی۔ لیکن اس کے باوجود فاک کے
 غزم و استقلال میں ذرا فرق نہ آیا اور گفتگو کا سلسلہ
 پھر شروع ہوا۔

”کیا تم مجھے بورڈ و لے جانے کے لیے تیار ہو؟“
 ”اگر تم مجھے دو سو ڈالر بھی دو تو میں تمہیں نہیں
 لے جاؤں گا۔“

”میں تمہیں دو ہزار ڈالر دوں گا۔“

”اپنے ہر ساتھی کے لیے؟“

”ہاں! اپنے ہر ساتھی کے لیے۔“

”تم نے بتایا تھا کہ تمہارے چار ساتھی ہیں۔“

”ہاں چار ساتھی۔“

کپتان سپیڈی نے جب یہ خیال کیا کہ اسے اپنا
 راستہ تبدیل کیے بغیر ۸ ہزار ڈالر کی رقم مل رہی ہے اور
 یہ اتنی بڑی رقم ہے جس کے حصول کا موقع ملتا ہے تو اس نے
 کھونا چاہیئے تو اس نے اپنا سر کریدتے ہوئے فاک سے
 کہا: ”میں یہاں سے نو بجے روانہ ہو جاؤں گا۔ اگر تم اپنی
 پارٹی کے ساتھ اس جہاز پر جانے کے لیے تیار ہو تو
 تمہیں یہاں وقت پر پہنچ جانا چاہیئے۔“

”ہم نو بجے جہاز پر سوار ہو جائیں گے۔“ فاک نے جواب دیا۔
 اس وقت ساڑھے آٹھ بجے تھے۔ نو بجے تک فاک
 اور اس کی پارٹی جس میں فکس بھی شامل تھا جہاز پر سوار
 ہو گئے۔ ایک گھنٹہ کے بعد ”ہینریٹا“ لائٹ ہاؤس سے گزرا
 جو اس جگہ واقع ہے جہاں سے جہاز دریائے ہڈسن میں
 داخل ہوا۔ سپیڈی فاک سے اس نے اپنا رخ بدل دیا
 اور اس کے بعد جلد کھلے سمندر میں پہنچ گیا۔

پندرھواں باب

فلیاس فاگ کی گرفتاری

دوسرے دن ۱۳ دسمبر کو دوپہر کے وقت ایک شخص جہاز کا رُخ دریافت کرنے کے لیے اس کے خاص پلیٹ فارم پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ اصولی طور پر اس پلیٹ فارم پر کپتان سپیڈی کو موجود ہونا چاہیے لیکن یہ عجیب ماجرا ہے کہ اس پلیٹ فارم پر فلیاس فاگ جہاز کی کپتانی کے فرائض انجام دے رہا ہے۔ اس کے برعکس کیپٹن سپیڈی صحیح و سلامت اپنے کمرے میں بند ہے۔ کمرے کو بیرونی دروازے کو قفل لگا ہوا ہے۔ کیپٹن سپیڈی اپنے کمرے میں بڑے زور سے چیخ رہا ہے۔ اس کی چیخوں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ غصے کے مارے وہ اپنے آپ سے باہر ہو رہا ہے۔

حقیقت صرف اس قدر ہے کہ فلیاس فاگ اور پول جاتا چاہتا تھا اور جہاز کا کیپٹن اسے اور پول لے جانے پر کسی طرح رضامند نہیں ہوتا تھا۔ آخر کیپٹن

سپیڈی، فلیاس فاگ کو بورڈو لے جانے پر آمادہ ہو گیا جہاز پر ۲۷ گھنٹے کے سفر میں فاگ کو یہ سنجوز سوجھی کہ اس نے جہاز کے سارے عملے کو جن میں ملاح اور سٹوکر بھی شامل تھے بینک نوٹوں کی رشوت دے کر اپنا ہمنوا بنا لیا۔ وہ بڑی آسانی سے فاگ کو اور پول لے جانے پر متفق ہو گئے۔ یہ فلیاس فاگ کی خوش قسمتی تھی کہ بہت جلد اسے یہ حقیقت بھی معلوم ہو گئی کہ کیپٹن سپیڈی اپنے عملہ سے اچھی طرح پیش نہیں آتا اور وہ سب اس سے ناراض رہتے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ کیپٹن سپیڈی کے بجائے مسٹر فلیاس فاگ جہاز کی کمان کر رہا ہے اور سپیڈی ایک قیدی کی حیثیت سے اپنے کمرے میں بند ہے۔ اب جہاز کا رُخ بورڈو کے بجائے اور پول کی طرف ہے جس قابلیت کے ساتھ مسٹر فاگ جہاز کو منزل مقصود کی طرف لے جا رہا ہے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہ سیر (ملاح) رہ چکا ہے اور جہاز رانی کے فن سے بے خبر نہیں ہے۔

فلیاس فاگ کو اپنی دائری سے معلوم ہوا کہ ۱۶ دسمبر کی شام کو لندن سے روانہ ہوئے اسے پچھتر دن گزر

جاہیں گے۔ بحیرہ اوقیانوس کا نصف سفر وہ ختم کر چکا تھا اور سفر کا خطرناک حصہ بھی گزر چکا تھا۔ اس لیے اُسے بجا طور پر اس امر کی توقع تھی کہ وہ اپنا سفر کامیابی کے ساتھ ختم کر سکے گا۔ اس دن جہاز کا چیف انجینیئر مسٹر فاگ کے پاس گیا اور اس کو اطلاع دی کہ ان کے ایندھن کا ذخیرہ بہت جلد ختم ہونے والا ہے۔ فاگ نے چیف انجینیئر کو جواب دیا کہ ”تم اس بات کا خاص طور پر خیال رکھو کہ جہاز کے انجن میں آگ برابر چلتی رہے اور جب تک ایندھن موجود ہے جہاز کی رفتار میں ذرا کمی نہ آئے میں ایندھن کے مسئلہ پر غور کروں گا۔“

جہاز پوری رفتار کے ساتھ چلتا رہا لیکن دو دن کے بعد یعنی ۱۸ دسمبر کو چیف انجینیئر نے مسٹر فاگ کو اطلاع دی کہ ان کے پاس ایک دن کے لیے بھی کوئلے کی کافی مقدار نہیں ہے جہاز کے قائم مقام پاکستان نے جواب دیا کہ ”جہاز کے انجن میں آگ کسی طرح نہ بجھنے دو“ اسی دن دوپہر کے وقت فلیاس نے سٹورج کو دیکھنے کے بعد جہاز کی پوزیشن کا جائزہ لیتے ہوئے پاسے پارٹوٹ سے کہا کہ کیپٹن سپیڈی

کو چھوڑ دو۔ چند منٹ کے بعد جہاز کے اگلے حصے کے عرشے پر ایک بم نوادر ہوا۔ یہ بم کیپٹن سپیڈی تھا جو غیظ و غضب کے مظاہرے کی شکل میں پھٹا جو الفاظ اس کی زبان سے پہلے نکلے وہ یہ تھے: ”ہم کہاں ہیں؟ ہم کہاں ہیں؟ مسٹر فاگ نے بڑی متانت سے جواب دیا ”اور پول سے سات سو ستر میل کے فاصلے پر“ اس کے بعد دونوں میں ذیل کی دلچسپ گفتگو ہوئی: ”تو بحری ڈاکو ہے؟“

”جناب میں نے آپ کو ایک خاص مقصد کے لیے بلایا ہے۔“

”میرے مقصد کی ایسی تھی؟“

”میں ڈاکو ہی سی مگر میں نے تمہیں اس مقصد کے لیے بلایا ہے کہ تم اپنا جہاز میرے ہاتھ فروخت کر دو۔“

”میں اس دُنیا میں اپنا جہاز کبھی تمہارے ہاتھ فروخت نہیں کروں گا۔“

”میرے دوست! اگر تم جہاز فروخت نہیں کرو گے تو مجھے اس کے بدلے کی مجبوری پیش آنے گی۔“

”تم میرے جہاز کو جلاؤ گے؟“

سے کم جہاز کے اس حصے کو جو لکڑی کا
ہوا ہے۔ کیونکہ کوئلہ ختم ہو چکا ہے۔
"تم میرے جہاز کو جلاتے ہو جو پتھاس ہزار ڈالر
کی مالیت کا ہے۔"

"میں تمہیں اس جہاز کے ساتھ ہزار ڈالر دیتا ہوں۔"
اور یہ کہہ کر فاگ نے بنک نوٹوں کا ایک پلندہ
سپیڈی کے حوالے کیا۔

نوٹوں نے سپیڈی کو برف کی طرح ٹھنڈا کر دیا۔
ایک لمحہ میں اس کے غصے، درشت کلامی اور بے اعتدالی
کا خاتمہ ہو گیا۔ یہ جہاز میں برس کا پُرانا تھا۔ سپیڈی
نے اپنے آپ کو بڑا خوش قسمت خیال کیا کہ اس
کا جہاز اچھی قیمت پر بیک گیا۔ اسے اپنا مستقبل
اب زیادہ روشن نظر آنے لگا۔

"کیا آپ مجھے HULL عنایت کر سکتے ہیں؟ کیپٹن
سپیڈی SPEEDY نے غیر معمولی شریفانہ بجھے میں
فاگ سے دریافت کیا۔

"نہ صرف 'ہل' بلکہ جہاز کا انجن بھی لے سکتے ہو
کیا اب جہاز کا معاملہ طے ہو گیا ہے؟ فاگ نے
لے ہل جہاز کا وہ بیرونی حصہ ہے جو لوہے کا بنا ہوتا ہے۔

پوچھا۔

"ہاں طے ہو گیا ہے۔ سپیڈی نے جواب دیا۔
سپیڈی نے نوٹوں کے بندل کو اپنی جیب میں
ڈالنے کے بعد جہاز کے آدمیوں کو حکم دیا کہ جہاز پر
جس قدر لکڑی کا کام بنا ہوا ہے اسے کاٹ کر انجن
میں بطور کوئلہ استعمال کریں تاکہ جہاز کی رفتار میں
کمی نہ آنے پائے۔ دیکھتے دیکھتے جہاز کے کمرے
اور دوسرے حصے جن میں لکڑی لگی ہوتی تھی انجن
میں جلانے کی غرض سے توڑ ڈالے گئے۔ ۱۹ دسمبر
کو بھی یہی کام ہوتا رہا۔ پاسے پار ٹوٹ بھی جہاز
کے آدمیوں کو ان کے کام میں مدد دیتا رہا۔ ۲۰ دسمبر
کو لکڑی کے دوسرے سامان کے ساتھ جہاز کے
عرشے کا بڑا حصہ انجن میں جلانے کے کام آیا لیکن
اس دن انھیں فاسٹنٹ لائٹ ہاؤس FASTNETLIGHT
HOUSE نظر آگیا جو آئر لینڈ IRELAND کے ساحل
پر واقع ہے۔

قریباً ایک بجے صبح کے وقت ریسرٹیا 'کونسل ٹاؤن'
QUEENS TOWN کی بندرگاہ میں داخل ہو گیا۔
فاگ نے کیپٹن سپیڈی سے بڑی گرمجوشی سے ہاتھ

سولہواں باب

سُراغِ رِسان کی ناکامی

فلپس فاگ اب ایک قیدی تھا۔ اسے کسٹم ہاؤس میں بند کر دیا گیا۔ جہاں اسے لندن لے جانے سے پہلے رات بھر رہنا پڑا۔ پاسے پارٹوٹ فلکس کی یہ حرکت دیکھ کر غضب آلود ہو گیا۔ مگر وہ اپنے آقا کو اس مصیبت سے بچا نہیں سکتا تھا۔ یہ گرفتاری فاگ کے لیے مُملک تھی۔ دُنیا کے گرد اسی دنوں میں چکر لگانے کی مہم کو وہ کامیابی کے ساتھ سر کرنے ہی والا تھا کہ فلکس نے اس کی تمام اُمیدوں پر پانی پھیر دیا۔ گو مشر فاگ اپنے آپ کو اس گرفتاری کی وجہ سے ایک تباہ شدہ آدمی سمجھتا تھا لیکن اس کے باوجود وہ سب معمول ایسے نازک موقعوں پر اپنے دل و دماغ کا توازن قائم رکھنے کا عادی ہو چکا تھا۔ اس کے چہرے سے رنج یا غصے کی خفیف علامت بھی نہیں پائی جاتی تھی۔

جب کسٹم ہاؤس میں رات کے وقت کلاک نے

ملائے اور اسے اس جہاز پر چھوڑ دیا جو اپنی موجودہ تباہ شدہ حالت میں بھی جسے سابقہ جہاز کی لاش سے تشبیہ دی جا سکتی ہے اصل قیمت سے جو پیٹری کو ادا کی گئی تھی نصف قیمت کی مابیت کا تھا۔ چاروں مسافر فوراً جہاز سے اتر کر اس ٹرین میں اکٹھے بیٹھ گئے جو ڈریڈ نہجے روانہ ہو گئی۔ طلوع آفتاب کے قریب ڈبلن DUBLIN پہنچ گئی۔ ایک دفعہ انھیں پھر اور پول جانے والے میل شیمیر میں سوار ہونا پڑا۔ ابھی بارہ بجنے میں ہیں منٹ باقی تھے کہ فلپس فاگ اپنی پارٹی کے ساتھ ۲۱ دسمبر کو انگلستان پہنچ گیا۔ نور پول سے لندن صرف ۶ گھنٹے کے فاصلے پر تھا۔ ٹھیک اس موقع پر سُراغِ رِسان فلکس فلپس فاگ کے قریب پہنچا اور اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے گرفتاری کا وارنٹ دکھایا اور اس سے پوچھا: ”کیا آپ ہی مشر فلپس فاگ ہیں؟“

”جی ہاں فلپس فاگ میں ہی ہوں؟“ فاگ نے جواب

دیا۔

”تب میں تمہیں ملکہ انگلستان کے نام سے گرفتار

کرتا ہوں“

ایک بجایا تو مسٹر فاگ نے اپنی گھڑی دیکھی جو کلاک کے وقت سے دو منٹ آگے تھی۔ فاگ کو ایسی حالت میں نیند کیسے آتی۔ جب کلاک نے دو بجائے تو فاگ کے دل میں اس خیال کا پیدا ہونا ایک قدرتی امر تھا کہ اگر اسے اب بھی اکسپریس ٹرین میں بیٹھنے کا موقع مل جائے تو وہ وقت پر ریفارم کلب پہنچ سکتا ہے۔ وہ اپنے خیالات میں محو تھا کہ اس نے ۲ بج کر ۳۳ منٹ پر باہر کی آوازیں سُنیں۔ پھر دروازے کے کھلنے اور بند ہونے کی آواز آئی۔ آخر کارڈ روم کا دروازہ کھلا اور اس نے اودہ، پاسے پارٹوٹ اور فکس کو دیکھا کہ اس کی طرف بھاگے آ رہے ہیں۔ ان کا دم بھبھولا ہوا ہے اور وہ بات تک نہیں کر سکتے۔ فکس نے لڑکھڑائی آواز میں فاگ سے کہا: جناب میں آپ سے مُعافی کا خواستگار ہوں۔ یہ بڑی بدقسمتی کی بات ہے کہ آپ کی شکل اصلی چور کی شکل سے بہت ملتی ہے۔ اصلی چور تین دن ہوئے گرفتار ہو چکا ہے۔ آپ آزاد ہیں۔

فلپاس فاگ اب آزاد تھا۔ وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر سُراغِ رساں کے پاس گیا۔ وہ چند لمحوں تک فکس

کے چہرہ کو غیر معمولی متانت اور غور سے دیکھتا رہا۔ اس کے بعد اس نے دفعتاً حیرت انگیز مُسرعت کے ساتھ جس کا اسے زندگی بھر کبھی اتفاق نہیں ہوا تھا یا شاید پھر کبھی نہ ہو بدقسمت سُراغِ رساں کو اپنی پوری طاقت سے ایک ایسا گھونسا رسید کیا کہ وہ فرش پر گر پڑا اور اس کے کپڑے خاک آلود ہو گئے۔ فکس کے مُنہ سے ایک لفظ بھی نہ نکلا اور وہ اسی سلوک کا مستحق تھا جو اس سے روا رکھا گیا۔

فاگ، اودہ اور پاسے پارٹوٹ فوراً کسٹم ہاؤس سے نکل کر گھوڑا گاڑی میں بیٹھے اور جلد ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔ فاگ نے دریافت کیا: کیا کوئی اکسپریس ٹرین لندن جانے والی ہے؟ اسے معلوم ہو گیا کہ فاسٹ ٹرین کو لندن روانہ ہوئے ۳۵ منٹ گزر چکے ہیں۔ اب دو بج کر چالیس منٹ کا وقت تھا۔ فاگ نے اسٹیشن والوں سے پیشل ٹرین چلانے کی درخواست کی۔ اور اگرچہ پوری سلیم والے کئی فاسٹ انجن موجود تھے۔ لیکن اس سلسلے میں ضروری انتظام کے باعث ٹرین ۳ بجے سے پہلے روانہ نہیں ہو سکتی تھی۔ فاگ نے ٹرین کے ڈرائیور سے وعدہ کیا کہ اگر وہ اسے

مجبوری کا اظہار کیا کہ وہ اس کے ساتھ کھانے میں شریک نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ اسے اپنے نجی معاملات پر فوری توجہ مبذول کرنی چاہیے۔

دوسرے دن شام کے ساڑھے سات بجے مسٹر فاگ نے اودہ سے ملاقات کی خواہش ظاہر کی۔ وہ ایک کرسی لے کر آتشدان کے پاس اس کے سامنے بیٹھ گیا۔ پانچ منٹ تک تو وہ خاموش رہا اور اس نے اپنی زبان سے ایک لفظ بھی نہ نکالا۔ پھر اس نے اودہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا: "ادام! کیا تم مجھے معاف کر سکتی ہو کہ میں تمہیں انگلستان لایا؟ جب میں نے تمہیں یہ مشورہ دیا تھا کہ تمہیں ہندوستان جیسے دور دراز ملک کو چھوڑ دینا چاہیے جہاں تمہاری زندگی ہر وقت خطرے میں رہتی، تو میں ایک امیر اور مالدار آدمی تھا اور میرا ارادہ یہی تھا کہ میں اپنی دولت کا ایک معقول حصہ تمہارے حوالے کر دوں گا۔ اس صورت میں تم ایک آزاد اور خوش حال انسان کی طرح زندگی بسر کر سکتی تھیں۔ لیکن اب میرا ستارہ گردش میں ہے اور میں ایک تباہ شدہ آدمی ہوں۔"

اودہ نے مختصراً انداز میں مسٹر فاگ کا شکریہ ادا

وقت پر لندن پہنچا دے گا تو اسے معقول انعام دیا جائے۔ ٹھیک تین بجے فاگ اور اس کی پارٹی لندن روانہ ہو گئے۔ فور پول اور لندن کا درمیانی فاصلہ طے کرنے کے لیے ان کے پاس ۲۵ گھنٹے تھے اور یہ فاصلہ آسانی سے طے ہو سکتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی رکاوٹ پیش نہ آئے۔ لیکن انہیں ایک سے زیادہ مرتبہ بوجہ مجبوری ٹرکنا پڑا اور جب وہ لندن کے اسٹیشن پر پہنچے تو تمام گھڑیوں میں ۸ بج کر ۵ منٹ کا وقت تھا۔

یہ فیلیاس فاگ کی بدقسمتی تھی کہ جب وہ دنیا کے گرد اپنی سیاحت کی مہم ختم کر چکا تو وہ مقررہ وقت سے ۵ منٹ کے بعد پہنچا۔ اگر سیول رو کے باشندوں کو معلوم ہو جاتا کہ مسٹر فاگ اپنے گھر واپس پہنچ گیا ہے تو وہ یقیناً حیران رہ جاتے۔ اس کے مکان کے دروازے اور کھڑکیاں ابھی تک بند تھیں۔ مکان کی بیرونی حالت میں بھی کسی قسم کی تبدیلی نہیں پائی جاتی تھی۔ لیکن فیلیاس فاگ خاموشی کے ساتھ اپنے گھر گیا۔ اس نے مکان کے دو کمرے اودہ کے لیے بالکل علیحدہ کر دیے۔ اس نے اودہ سے اپنی اس

انسان سے توقع کی جاسکتی ہے؟
 "لیکن تمہارے جیسے انسان پر احتیاج کو کسی
 صورت میں غلبہ پانے کا موقع نہیں ملتا چاہیے؟
 "کیا تمہارے دوست.....؟
 "میرا کوئی دوست نہیں ہے۔
 "تمہارے رشتہ دار؟
 "رشتہ دار بھی کوئی نہیں؟

"پھر میں تمہیں قابلِ رحم خیال کرتی ہوں۔ وہ شخص
 بڑا ہی بد قسمت ہے جو تنہائی کی زندگی بسر کرتا ہے۔
 کہنے والوں نے ٹھیک کہا ہے کہ اگر انسان پر
 مصیبتوں اور پریشانیوں کا پہا ٹوٹ پڑے تو وہ ان
 کی زد سے بچ سکتا ہے بشرطیکہ اس کا کوئی مخلص
 ساتھی ان مصیبتوں اور پریشانیوں میں اس کا شریک
 حال ہو۔"

مادام! کہتے تو ایسا ہی ہیں۔
 اودہ نے اپنی جگہ سے اٹھ کر فاگ کی طرف
 اپنا ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا: "کیا تم مجھے اپنا دوست
 اور رشتہ دار بنانے کے لیے تیار ہو؟ کیا تم مجھے
 اپنی رفیقہ حیات بنانے پر آمادہ ہو؟

کرتے ہوئے کہا کہ میں اس حقیقت کا اعتراف کیے
 بغیر نہیں رہ سکتی کہ تم نے نہ صرف مجھے ایک خوفناک
 موت سے بچایا بلکہ تم نے اپنے اوپر میرے لیے
 ایک غیر ملک میں آرام و اطمینان کی زندگی بسر کرنے
 کے وسائل بہم پہنچانے کی پابندی عائد کر لی۔ فاگ
 نے جواب دیا: "اں مادام! تمہارے متعلق میں نے
 پورے غور و فکر کے بعد یہی ارادہ کر رکھا تھا۔ لیکن
 حالات میرے موافق نہیں رہے۔ میں کسی صورت یہ
 برداشت نہیں کر سکتا تھا کہ تم ہندوستان میں رہو
 اور اپنی زندگی خطرے میں ڈالو۔ اب جو کچھ میرے
 پاس رہ گیا ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ کلیتہً تمہارے
 حوالے کر دیا جائے۔"

"لیکن مسٹر فاگ! تم نے اپنے متعلق کیا سوچ
 رکھا ہے؟"

"مادام! تم میری بابت پوچھتی ہو میرا کیا حال
 ہوگا۔ مجھے کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔"
 "لیکن تم اپنے مستقبل کے کیسے بے نیاز ہو
 سکتے ہو؟"

"میں اپنے متعلق وہی کروں گا جس کی میرے جیسے

اور میں اس طاقت کی جو نہایت مقدس ہے اور جس کی صداقت اظہر من الشمس ہے قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تمہارا ہوں اور صرف تمہارا:

فاگ نے گھنٹی بجائی تو وہ فوراً حاضر ہو گیا۔ فاگ نے ابھی تک اودہ کا ہاتھ پکڑا ہوا تھا۔ اس کا وفادار فرانسیسی ملازم معاً سب کچھ سمجھ گیا اور اس کا بڑا گول چہرہ سورج کی تیز روشنی کی طرح خوشی سے چمک اٹھا۔ آٹھ بجنے میں پانچ منٹ باقی تھے۔ فاگ نے پاسے پارٹوٹ سے دریافت کیا کہ کیا میرا لیبون پیرش MARYLE BONE PARISH کے ریکٹر

RECTOR ریورنڈ سیموئل وین REVEREND SAMUEL

WILSON کو اطلاع دینے میں دیر تو نہیں ہو گئی ہے۔ پاسے پارٹوٹ نے جو اس وقت خوشی اور زندہ دلی کا مجسمہ نظر آتا تھا اپنے آقا سے کہا: "ایسی مسرت ایگز تقریب کے لیے دیر کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔" فاگ نے کہا: "تو پھر سوموار کا دن پاسے پارٹوٹ اپنے آقا کا حکم سن کر ہوا ہو گیا۔"

اودہ کے یہ الفاظ سن کر فاگ بھی اٹھا۔ ان الفاظ نے اس کی آنکھوں میں غیر معمولی چمک اور اس کے ہونٹوں پر ایک خفیف لرزش پیدا کر دی۔ اودہ نے فاگ کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ ظاہر ہے کہ ایک شریف اور اعلیٰ سیرت و کردار کی خاتون کی نگاہ جس سے خلوص، دیانت اور پاکیزگی مترشح ہوتی تھی فاگ کے لیے ایک روح پرور پیغام تھا۔ پھر ایسی خاتون جس کی نسبت وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ وہ اس شخص کی زندہ دلی اور خوش حالی کی خاطر جس کے احسان سے وہ کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتی تھی اپنی جان تک قربان کر دے گی۔ فاگ کے کانوں میں جب یہ آواز پڑی کہ اودہ نے اس کی رفیقہ حیات بننے میں پیش قدمی کا ثبوت دیا ہے جس کی اسے ہرگز توقع نہ تھی تو وہ حیران و ششدر رہ گیا۔ اودہ کے الفاظ نے اس کے دل پر ایسا اثر کیا کہ اس نے ایک لمحہ کے لیے اپنی آنکھیں بند کر لیں۔ اس مصوبیت کے دوران میں وہ اودہ سے اپنی آنکھیں نہ ملا سکا اور جب آنکھیں کھولیں تو اس نے صرف اسی قدر کہا: "میں تم سے محبت کرتا ہوں"

جہاں نور و سیاح بازی جیت گیا

۱۷ دسمبر کو ایک شخص جیمز سٹریٹ JAMES

STRAND اڈنبرگ EDINBURGH میں بنک آف انجینڈ کے نوٹوں کی مشہور چوری کے سلسلے میں گرفتار ہو گیا۔ لیکن اس سے تین دن پہلے فلیس فاگ ایک مجرم کی حیثیت رکھتا تھا۔ جس کے پیچھے پولیس سائے کی طرح اس کے ساتھ لگی رہی۔ لیکن اب یہ کیفیت تھی کہ انگریزی سوسائٹی میں وہ نہایت معزز خیال کیا جاتا تھا اور جس نے ایک خاص جذبے کے تحت دنیا کے گرد چکر لگانے، اپنے عزم پر پہاڑ کی طرح قائم رہنے اور اس سلسلے میں مصائب برداشت کرنے کا عملی ثبوت دیا۔ جب اخبارات میں اس کی گرفتاری کے اعلان پر بحث ہو رہی تھی تو لوگوں نے اکیچینج میں اس کے نام پر بازی لگانی شروع کر دی۔ بازی لگانے والوں میں بعض اس کے موافق تھے اور بعض مخالف۔

لندن کی ریفارم کلب میں فلیس فاگ کے پانچ رفیقوں نے تین دن کسی قدر بے چینی میں گزارے۔ کیا فلیس فاگ جسے بعض لوگ بھول چکے تھے، فی الحقیقت لندن واپس پہنچے گا جیسا کہ اس نے کہا تھا۔ ۱۷ دسمبر کو جب سٹریٹ گرفتار ہوا تو فاگ کہاں تھا؟ اسے لندن کے روانہ ہوئے چھبتر دن گزر چکے تھے۔ لیکن اس دوران اس کی نقل و حرکت کے متعلق کوئی اطلاع موصول نہ ہوئی۔ کیا ہفتہ کے روز ۲۱ دسمبر کو وہ ٹھیک آٹھ بج کر ۲۵ منٹ پر ریفارم کلب میں پہنچ جائے گا؟ اس شام کو فاگ کے پانچ دوست کلب کی بڑی لائبریری میں اس کا شدید انتظار کر رہے تھے۔

جب کلب کے کلاک میں ۸ بج کر ۲۵ منٹ کا وقت ہو گیا تو اینڈریو سٹوارٹ نے اُٹھ کر کہا: "حضرات! میں منٹ ہیں جس لمحہ کا ہمارے اور مسٹر فلیس فاگ کے درمیان معاہدہ ہوا ہے وہ گزر جائے گا۔ آپ جانتے ہیں کہ جہاز "پائٹا" ہی صرت ایک ایسا ٹیکسٹ تھا جو نیویارک سے لورپول آنے والا اور یہاں وقت پر پہنچانے والا تھا۔ یہ جہاز کل یہاں پہنچا۔ یہ

گھٹنے شروع کر دیئے۔

چالیسویں سیکنڈ پر بھی کسی شخص کے آنے کی آواز نہ سنائی دی نہ پچاسویں سیکنڈ پر۔ لیکن پچیسویں سیکنڈ پر انہیں دفعۃً آفرین اور ”مُبرّہ“ کے بلند نعرے سنائی دیئے۔ ایسے نعرے جو بادل کی طرح گرج رہے تھے۔ کلب کے یہ محرز جٹل میں اپنی گریسوں سے ایک ساتھ اُٹھے اور جس وقت کلاک کے ستاونویں سیکنڈ کے ”ٹپک“ کی آواز آئی کمرے کا دروازہ کھلا۔ اور ابھی کلاک کے پنڈلم کی ساٹھویں حرکت ختم نہیں ہوئی تھی کہ فلیس فاگ نے جس کے پیچھے ایک پُر جوش ہجوم تھا اور جو کلب میں بغیر اجازت کے اندر چلا گیا تھا خاموشی کے ساتھ کہا: ”یہیے حضرات! میں آپ کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوں۔“

فلیس فاگ فی الحقیقت مقررہ وقت پر کلب کے محترم ارکان کے سامنے کھڑا تھا۔ اس سلسلے میں قارئین کو معلوم ہو جاتا چاہیے کہ گذشتہ شام کے وقت آٹھ بج کر پانچ منٹ پر جبکہ انہیں لندن پہنچے قریباً ۲۲ گھنٹے گزر چکے تھے، فلیس فاگ نے اپنے فرانسیسی ملازم کو ہدایت کی تھی کہ ریورنڈ سیموئل

یہیے ”شینگ گزٹ“ جس میں مسافروں کی فہرست درج ہے۔ اس فہرست میں مشرفاگ کا نام نظر نہیں آتا۔ اس وقت ۸ بج کر ۲۴ منٹ گزر چکے تھے۔ اینڈریو سٹوارٹ نے جب وہ دوسرے دستوں کے ساتھ تاش کھیلنے کی غرض سے بیٹھ گیا اپنے ساتھیوں کو بتایا کہ ”اب صرف پانچ منٹ باقی رہ گئے ہیں! لیکن کھیل میں ان کا جی نہیں گھٹتا تھا سب کی نگاہیں کلاک کی طرف جمی ہوئی تھیں۔ تاس فلیناگن نے جب تاش کے پتے کاٹ کر والٹر رالف کی طرف ہاتھ بڑھائے تو اس نے کسی قدر بلند آواز سے کہا: اب ۸ بج کر ۳۳ منٹ گزر چکے ہیں۔“

کلب کے بڑے کمرے میں کامل سکوت تھا جو طبائع پر گراں گزر رہا تھا لیکن کلاک کا پنڈلم پوری صحت اور باقاعدگی سے سیکنڈ گزار رہا تھا اور کھلاڑی ہر سیکنڈ کو غور سے دیکھ رہے تھے۔ جان سیلیوان نے ایک ایسے لمبے میں جس سے اضطراب اور بیچینی کی کیفیت ظاہر ہو رہی تھی کہا کہ آٹھ بج کر چوالیس منٹ گزر چکے ہیں۔ اینڈریو سٹوارٹ اور اس کے ساتھی اپنا کھیل جاری نہ رکھ سکے اور انہوں نے سیکنڈ

”اتوار نہیں سووار ہے۔“

”نہیں۔ آج ہفتہ ہے۔“

”ہفتہ؟ ناممکن!“

”جناب میں ٹھیک کتا ہوں۔ آپ کے حساب میں ایک دن کی غلطی ہوئی ہے۔ ہم نے جو وقت صحیح سمجھ رکھا تھا اس سے ہم تینیس گھنٹے پہلے پہنچے ہیں۔ اب آپ کے لیے صرف دس منٹ باقی رہ گئے ہیں۔“ اور یہ کہہ کر اس نے بڑے جوش کی حالت میں اپنے آقا کو زبردستی کرسی سے اٹھایا۔

فلپس فگ اپنے مکان سے ایک لمحہ ضائع کیے بغیر بڑی تیزی سے نکلا۔ فوراً ایک گھوڑا گاڑی میں بیٹھ گیا اور گاڑی کو تیز لے جانے کے لیے اس کے کوچمان کو ایک سو پاؤنڈ دینے کا وعدہ کیا۔ کوچمان نے انعام کے لالچ میں گاڑی اس قدر تیز چلائی کہ دو گھنٹے اس کی جھپٹ میں آ گئے اور پانچ گاڑیوں سے اس کا تصادم ہوا اور جب ریفارم کلب کے کلاک کی سوئیوں کا رخ آٹھ بجکر پنتالیس منٹ کی طرف تھا تو فلپس فگ کلب کی لائبریری میں پہنچ گیا۔ فگ نے دنیا کے گرد اسی

ولسن کے پاس جائے اور شادی کا انتظام کرے۔ جس کی مسرت انگیز رسم جلد عمل میں آنے والی تھی۔ وہ خندہ پیشانی کے ساتھ اپنے آقا کا یہ پیغام لے کر گیا۔ لیکن ابھی مسٹر ولسن اپنے گھر نہیں پہنچا تھا۔ اس لیے اسے کم سے کم بیس منٹ تک انتظار کرنا پڑا۔ جب وہ ریکٹر کے مکان سے روانہ ہوا، اس وقت آٹھ بج کر پنتالیس منٹ گزر چکے تھے۔ لیکن کس حالت میں؟ نہ اس کے سر پر ہیٹ تھی، نہ اس کے سر کے بال ٹھیک حالت میں تھے۔ وہ اس طرح بھاگا جا رہا تھا کہ گویا کوئی بلا اس کا پیچھا کر رہی ہے اور وہ اس سے اپنی جان بچانا چاہتا ہے۔ وہ تین منٹ میں سیول رو پہنچا۔ وہ جب مسٹر فگ کے کمرے میں پہنچا تو اس کا سانس اس قدر چڑھا ہوا تھا کہ وہ ایک لفظ تک بول نہیں سکتا تھا۔

فگ نے پائے پارٹوٹ کو اس حالت میں دیکھ کر اس سے دریافت کیا: ”خیر تو ہے؟“

”جناب کل اتوار ہے۔ پائے پارٹوٹ نے ٹوٹے ہوئے الفاظ میں جواب دیا۔“

دنوں میں چکر لگانے کا جو ارادہ کلب کے ارکان کے سامنے ظاہر کیا تھا وہ اس نے اپنے حیرت انگیز استقلال اور غیر متزلزل قوتِ عمل کی طاقت سے پورا کر دکھایا اور اس طرح بیس ہزار پاؤنڈ کی شرط جیت کر اپنی شخصیت کا سکہ ان کے دلوں پر بٹھایا۔

لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے شخص سے جو اپنی روزمرہ کی زندگی کا ہر لمحہ معاملے کی صفائی، صحت اور باقاعدگی کے اصول کے مطابق گزارنے کا عادی ہو ایک دن کی یہ غلطی کیسے سرزد ہو سکتی ہے۔ جب وہ ۲۱ دسمبر کو لندن پہنچا تو کیوں اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ یہ ہفتہ کی شام ہے حالانکہ تاریخ ۲۰ دسمبر کی تھی اور دن جمعہ کا۔ اور لندن سے روانہ ہونے کے بعد اسے اسی نہیں بلکہ صرف اُناسی دن گزرے ہیں۔ مگر تھوڑا سا غور کرنے کے بعد اس غلطی کی وجہ بالکل صاف اور نمایاں طور پر نظر آتی ہے۔

چونکہ فلیاس نے اپنا سفر مشرق کی طرف شروع کیا تھا اور وہ سورج کے رخ کی جانب جا رہا تھا۔ اس لیے اس سمت جب سورج مدار کا ہر

درجہ عبور کرتا تھا تو دن چار منٹ فی مدار کے حساب سے کم ہوتے گئے۔ کرۂ ارض کے محیط پر ۳۶۰ مدار ہیں۔ اگر ان مداروں کو چار سے ضرب دی جائے تو ٹھیک ۲۴ یا ایک دن کی مدت بن جاتی ہے۔ اس حساب کے مطابق فاگ کو ایک دن مل گیا اور اسے اس کا علم بھی نہ ہوا۔ دوسرے الفاظ میں جب فلیاس فاگ مشرق کی طرف سفر کر رہا تھا تو اس نے دیکھا کہ سورج مدار سے اسی مرتبہ گزرتا ہے۔ لیکن لندن میں اس کے دوستوں نے سورج کو مدار سے گزرتے ہوئے اُناسی مرتبہ دیکھا۔

اس لیے اسی دن جو ہفتہ کا تھا اور اتوار کا نہیں تھا جیسا کہ فاگ نے سمجھ رکھا تھا، اس کے دوست ریفارم کلب میں اس کی آمد کا انتظار کر رہے تھے۔

فلیاس فاگ نے فی الحقیقت اسی دنوں میں دُنیا کے گرد چکر لگایا۔ اس نے اس سفر کے دوران نقل و حرکت کے مختلف وسائل استعمال کیے۔ مثلاً ٹیلیمر، ریلوے، گھوڑا گاڑی، کشتی، ہاتھی، سیلج۔ اس کی نسبت یہ کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک خاص ذہنیت کا آدمی تھا۔

فرہنگ

برلنگٹن گارڈنز۔ لندن کے مغرب میں ایک شہر ہے۔

رچرڈ برنسل شیرڈن ۱۵۱۶ء میں پیدا ہوا اور ۱۵۱۶ء میں فوت ہو گیا۔ بہت بڑا افسانہ نویس اور مقرر تھا۔

فلپس۔ یہ ایک قدیم یونانی جغرافیہ دان کا نام ہے۔ جو مسیح سے ۵ صدی قبل ایٹنز میں پیدا ہوا۔ یہ اس کہانی کے ہیرو کا نام ہے۔

رفیہارم کلب۔ یہ کلب ۱۸۳۶ء میں پارلیمنٹ کے ان ممبروں نے قائم کی جو ملک میں اصلاحات جاری کرنا چاہتے تھے۔ کلب کی موجودہ عمارت ۱۸۴۱ء میں تکمیل کو پہنچی۔

فادرل مہیٹ۔ تقریباً میٹر کے آلے کا نام ہے جسے گیمبریل ڈی فارن مہیٹ نے ایجاد کیا۔ یہ شخص ۱۶۸۳ء میں پیدا ہوا اور ۱۷۳۳ء میں فوت ہو گیا۔ اس آلے میں جو نشان لگے ہوئے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ ۳۲ درجے پر پانی جم جاتا ہے اور ۲۱۲ درجے پر پانی اُبلنے لگتا ہے۔

پال مال۔ لندن کے مغرب میں ایک مشہور اور خوب صورت شہر کا نام ہے۔ ٹامپنز۔ لندن کا مشہور انگریزی روزنامہ ہے جس کی بنیاد ۱۸۴۵ء میں ڈالی گئی۔

بہر حال اس نے یہ سفر خواہ کسی جذبے کے تحت اختیار کیا ہو۔ لیکن اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ اس نے سفر کی اس عجیب و غریب مہم کے انجام دینے میں متانت، مستقل مزاجی، دلیری اور باقاعدگی کے قابل ستائش اوصاف کا عملی ثبوت دیا ہے۔ سوال یہ ہے کہ انجام کار اس نے اپنے اس مشکل اور صبر آزما سفر سے کیا حاصل کیا؟ تم کہو گے کچھ نہیں۔ بے شک کچھ نہیں لیکن ایک چیز اسے سفر کی بدولت ایسی ملی ہے جس نے ایسے وقت جب مایوسی اور ناکامی کے احساس کی وجہ سے اس کی آنکھوں میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ اس کی کایا پلٹ دی۔ وہ چیز تھی ایک حسین، مخلص اور وفادار خاتون کی رفاقت۔ اب وہ اس کے دل کی مالک تھی جس کی محبت نے اس کی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا۔

سٹینڈرڈ۔ یہ لندن کا انگریزی روزنامہ ہے جسے اس شہر کی قدیمت پسند جماعت نے ۱۸۲۷ء میں جاری کیا۔ یہ پہلے شام کو شائع ہوتا تھا۔ ۱۸۵۷ء میں یہ صبح کے وقت شائع ہونے لگا۔

مارٹنگ کرائیکل۔ لندن کا یہ انگریزی روزنامہ ۱۸۲۷ء میں جاری ہوا۔ ۱۸۶۲ء میں یہ بند ہو گیا۔ یہ لندن کا پہلا اخبار ہے جس میں پارلیمنٹ کے مباحثے پوری تفصیل کے ساتھ شائع ہوتے تھے۔ چارلس ڈکنز اس کا رپورٹر اور مضمون نگار تھا۔

بنک آف انگلینڈ۔ یہ دنیا کا ایک بہت بڑا اور مشہور بینک ہے۔ ۱۶۹۴ء میں حکومت کی خاص اجازت سے قائم کیا گیا۔ یہ سرکاری بینک نہیں ہے۔ جیسا کہ عام طور پر خیال کیا جاتا ہے۔

ماور۔ فرانس کا ایک بڑا بندرگاہ ہے جو دریائے سین کے دہانے پر شمالی جانب واقع ہے۔

سوئٹزر۔ نرسویر، بحیرہ قزم کے دہانے پر واقع ہے۔

برنڈزی۔ آلی کے جنوبی چھتے کا ایک بندرگاہ ہے مشرق کی طرف جانے والے مسافر اسی بندرگاہ سے روانہ ہوتے ہیں۔ لندن سے بذریعہ ریل برنڈزی پہنچنے میں قریباً ساڑھے گھنٹے صرف ہوتے ہیں۔

نیویارک۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا سب سے بڑا اور نہایت اہم شہر ہے جو دریائے ہڈسن کے مشرقی جانب واقع ہے۔

کوہ سیفیس۔ کوہستان ایپس کا ایک اونچا پہاڑ ہے جو آلی کو فرانس سے

عجا کرتا ہے۔ اس پہاڑی درے کے مغربی جانب ۱۲ میل کے فاصلے پر ایک ریلوے ٹرل (ٹنگ) ہے جو ۱۷ میل لمبا ہے۔
بمبئی۔ ہندوستان کے مغربی ساحل پر ایک بڑا بندرگاہ ہے۔
کلکتہ۔ مغربی بنگال کا دارالحکومت ہے۔

ہانگ کانگ۔ جنوبی چین کا ایک مشہور جزیرہ ہے۔ اس جزیرے پر انگریزی حکومت کا قبضہ ہے۔

یوگواا۔ جاپان کا مشہور بندرگاہ ہے اور ٹوکیو سے قریباً تیس میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

سان فرانسسکو۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کے ساحل بحر الکاہل پر سب سے بڑا شہر اور کیلی فورنیا کا دارالحکومت ہے اور نیویارک سے جانب غرب ۲۵۴۲ میل کے فاصلے پر واقع ہے۔

بیرنگ بینک۔ یہ دنیا کا ایک مشہور تجارتی بینک ہے جسے بیرنگ برادران کمپنی نے قائم کیا تھا۔

بریڈشا کا نئی سنڈیل ریلوے گاؤں۔ یہ گاؤں (رہنما) یورپ کے ان مسافروں کی سہولت کے لیے جو بذریعہ ریل اور جہاز سفر کرتے ہیں ہر مہینے شائع کی جاتی ہے۔ اس گائڈ کو جارج بریڈشا نے ۱۸۴۳ء میں جاری کیا تھا۔ دسمبر ۱۸۴۳ء سے یہ باقاعدہ جاری ہے۔ کانٹینیٹل گائڈ ۱۸۴۳ء میں شروع کی گئی۔

چیرنگ کر اس۔ لندن کا ایک مشہور ریلوے اسٹیشن ہے جہاں سے یورپ

اداکر جاتی ہے۔

ٹیورن۔ شمالی اٹلی کا ایک شہر ہے۔

موجا۔ عدن سے ۱۲۰ میل کے فاصلے پر بحیرہ قلم کے عرب ساحل

پر ایک بندرگاہ ہے لیکن اب اس کی کوئی اہمیت نہیں۔

پائلٹ۔ وہ شخص ہے جو ایک خاص مقام پر جہاز پر ہوا کر اسے بندرگاہ

تک پہنچانے یا اسے بندرگاہ سے باہر لے جانے کا فرض انجام

دیتا ہے۔ اسے اس فرض کی انجام دہی کے لیے لائسنس حاصل

کرنا پڑتا ہے۔

مالا بارہل۔ بمبئی کا ایک زراعتی علاقہ ہے جہاں صرف امیر لوگ رہتے ہیں

گر نیوچ ٹائم۔ گرنیوچ انگلستان کی مشہور رصدگاہ ہے جہاں ایک خاص

گھڑی کے وقت کے مطابق انگلستان کی تمام گھڑیوں کا وقت

ٹھیک دکھایا جاتا ہے۔

انڈین بریڈ شا۔ ایک کتاب ہے جس میں ہندوستانی ریوے کمپنیوں،

دوکانی جہازوں اور واک لے جانے والے جہازوں کی روانگی کے اوقات اور

کرانے درج ہوتے ہیں۔ اس کتاب کا پہلا نمبر ۱۸۶۴ء میں شائع ہوا۔

شپ بروکر۔ وہ شخص ہے جو جہازوں کے نیچے ان کی خرید و فروخت یا بند

جہاز تجارتی سامان کی روانگی کا کاروبار کرتا ہے۔

سیوکس۔ امریکہ کے اصل باشندے۔

پانی۔ امریکہ کے اصل باشندوں کے ایک قبیلے کا نام ہے۔

کو جانے والے سیاح بذریعہ ریل سفر کرتے ہیں۔

ویزا۔ جو سیاح ممالک غیر میں سفر کرتے ہیں۔ انہیں اپنے پاسپورٹ پر متعلقہ

حکام کے دستخط اور تاریخ ثبت کرانے کی ضرورت پیش آتی ہے تاکہ

یہ ٹھیک اور باقاعدہ حالت میں رہے۔ اس عمل کو ویزا کہتے ہیں۔

پاسپورٹ۔ ایک ایسی سرکاری دستاویز ہے جس کی رو سے سیاح یا مسافر

بذریعہ ریل یا جہاز یا طیارہ ایک ملک سے دوسرے ملک میں بغیر

کسی ٹکٹ کا وٹ کے سفر کر سکتا ہے۔ وہ اسی پاسپورٹ کی بنا پر ایک

غیر ملک میں قیام بھی کر سکتا ہے۔ مگر یہ ضروری ہے کہ پاسپورٹ کی متعلقہ

افسر سے ویزا یا تصدیق کرائی جائے۔

پینسولر اینڈ اورینٹل کمپنی۔ کمپنی ۱۸۵۸ء میں قائم کی گئی جس کے جہاز

ڈاک لے جانے کے لیے انگلستان سے سکندریہ تک براہ جبرالٹر و مالا

باقاعدہ جایا کرتے تھے جب شاہ میں نرسوز کھل گئی تو پھر اس

کمپنی کے جہازوں کی آمد و رفت کا سلسلہ ہندوستانی اور دوسرے مشرقی

ممالک کے ساتھ قائم ہو گیا۔

برٹش کونسل ایجنٹ۔ توصل کسی حکومت کا غیر ملک میں وہ ایجنٹ ہے جو

نہ صرف اپنے ملک کے تاجروں، مسافروں اور ملاحوں کے مفاد کی

حفاظت کا فرض انجام دیتا ہے۔ بلکہ ان کی رہنمائی کے لیے ضروری

اطلاعات بہم پہنچاتا ہے۔

پے آفس۔ بینک آف انجینڈ کا وہ دفتر جہاں بینک کے ملازمین کو تنخواہ

ترانہ

پاک سرزمین شاد باد کشور حسین شاد باد
 توشان عثم عالمی شان ارض پاکستان
 مرکز یقین شاد باد

پاک سرزمین کا نظم قوت اخوت عوام
 قوم، ملک، سلطنت پائندہ تابندہ باد
 شاد باد منزل مراد

پرچم ستارہ و ہلال رہبر ترقی و کمال
 ترجمان باطنی شانِ جلال جانِ استقبال
 سایہ خدائے ذوالجلال

ریگولسٹر۔ انجن میں ایک ہیٹل ہے جس کے گھٹانے سے انجن کی شیم کو
 ضرورت کے مطابق بند یا خارج کیا جاتا ہے۔
 بورڈو۔ فرانس کے جنوب مغربی حصے کا ایک بندرگاہ ہے۔
 ڈالر۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ کا نقدی سکہ ہے جس کی قیمت تقریباً
 تین روپے ہے۔

اِيْجَادَاتٍ وَمَعْلُومَاتٍ

ہوائی جہاز کی کہانی
میں نے جہاز کی کہانی
کی دلچسپ داستان قیمت ۱ روپیہ۔
زمین کے تحفہ زمین کے تحفے
کی پہلے شہر فستوں کا دلچسپ
تذکرہ قیمت ۱ روپیہ۔

زمین کے خزانے زمین کے اندر چھپی ہوئی
مغفلانہ انداز میں اس مہمان دوست کا
چہ - قیمت ۲ روپے ۱۱
ہمارا آسمان مسکراتا آسمان اندر دلچسپ
کائنات کی صورت میں متعجب و تعویروں کے ساتھ

کشتیاں اور جہاز گڑبڑ کر رہی تھیں وہ
کشتی بڑے جہاز بنانے کی دلچسپی وستان
قیمت ۱۱ آئے۔

مفتی کا ریکارڈ دنیا کے آغاز سے لے کر آج تک
تھے مفتی کا ریکارڈ کی مزید
دستاویز اول کش تصویروں کے ساتھ۔
قیمت ۱۰ روپیہ ۳۰ کسے۔

ایجادیں
میں اور دوسرے ایجادوں کا تذکرہ قیمت کار

ریڑ کی کہانی اپنی روزمرہ زندگی میں ہم بڑی کرتے ہیں۔ لیکن کہیں ہم نے سوچا کہ یہ ریڑ کیا ہے؟ اس سوال کا جواب آپ کو اس کتاب میں ملے گا۔ قیمت ۱۰ روپے

چیزیں کیسے بنتی ہیں؟ روزانہ ہم انواع و
 سنگڑوں چیزیں استعمال کرتے ہیں۔ لیکن وہ کیسے
 بنتی ہیں؟ اس کے متعلق ہم کچھ نہیں جانتے۔ اس
 کتاب میں روزمرہ کے استعمال کی چیزوں کے
 تیار ہونے کی کہانی ہے۔ قیمت ۱۰ روپے

سائینس کے معجزے
سائینس کی بدولت انسان
دن بکادیں جو پہلی میں نہ
ہو رہا ہیں جو معجزوں کے کسی صورت بھی کم نہیں۔
اس کتاب میں ایسے ہی چند معجزوں کا حال بیان
کیا گیا ہے۔ قیمت ۱۰ روپے ۵۰

موجودوں کی کہانیاں
اسے ختمہ آفاق سائنس دانوں کے حلقہ کار کی
آسان اور سادہ زبان میں قیمت ۲ روپے ۸
سورج، چاند، ستارے

دن و رات اور نوموتوں کے فقیر و مجتہد کے متعلق
عزیز اور اور و محسوس یا قیاس قیمت اور جیسے۔

قائِمہ ذیل کے ناموں پر لاہور، کراچی، پشاور